U.0045

قرآنی عملی تعلیم

حصۂ دوم

میں نے قرآن سے کیا سیکھا؟

خیالات

نظام الدین احمد نظام جنگ

فہرست

نمبر	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
	باب اول	
۱	نفس کی ذمہ داری	۱
۲	بدمعاملگی	۱۱
۳	دل کی بیماری اور اپنا امتحان	۱۵
	باب دوم	
۴	شفاعت و وسیلہ	۲۶
۵	علم غیب و معجزہ	۳۳
۶	قرآنی اشارات	۴۷
۷	عملی تعلیم اخلاق و آداب	۵۸
۸	جزاء و سزاء	۶۱
۹	قسمت اور عمل	۶۸
	باب سوم	
۱۰	سورۂ یونس	۷۰
۱۱	سورۂ ہود	۸۰
۱۲	سورۂ یوسف	۸۵
۱۳	سورۂ ابراہیم	۸۶
	باب چہارم	
۱۴	سورۂ فرقان	۹۰
۱۵	سورۂ زمر	۱۰۰
	باب پنجم	
۱۶	سورۂ المومن	۱۱۳
۱۷	سورۂ شوریٰ	۱۳۰
۱۸	سورۂ زخرف	۱۳۴
۱۹	سورۂ دخان	۱۳۷
۲۰	سورۂ جاثیہ	۱۴۰
۲۱	سورۂ احقاف	۱۴۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قرآن سے میں نے کیا سیکھا؟

حصّہ دوّم

بابِ اوّل

نفس کی ذمّہ داری

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا

اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں ہر قوم کی ہدایت کے لیے اپنے فضل سے کوئی طریقہ بتایا ہے۔ اور انسانی عقل کو ہدایت کرنے والا اور انسانی جذبات کی اصلاح کرنے والا وہی ہے۔ اگر اس نظر سے دیکھا جائے تو ہر مذہب اور ہر حکمت کی خوبیوں کو جو قرآنی احکام و ہدایات سے مطابقت رکھتے ہوں مسلمان مستفید ہو سکتا

ہے۔ اسلام تنگ نظری نہیں سکھاتا بلکہ ایمان کے ساتھ ساتھ نظر میں وسعت پیدا کرتا ہے[1]

انسان کے نفس پر جو ذمّہ داری عاید کی گئی ہے اور جس کا نتیجہ مختصراً یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جو عمل صالح کریگا اپنے نفس کے لیے کرے گا۔ اور جو برائی کرے گا اُس کا اثر بھی اُسی کے نفس پر ہو گا۔ اور رسول صلعم کو ہادی و منذر قرار دیا گیا ہے۔ ہدایت کرنا اور آگاہ کرنا از روئے قرآن اُنکا کام ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی ذمّہ داری اُن پر نہیں ہے۔ کسی سے نیک عمل کرانے۔ یا کسی کو بُرے عمل سے بچالنے کے وہ ذمہ دار نہیں ہیں ——— ان الفاظ پر غور کیا جا ے

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ۔ تم صرف آگاہ کرنے والے ہو

---

[1] میرے ایک انگریز دوست نے جو ایک فوجی افسر تھا۔ کسی معذوری کی وجہ سے فوجی خدمت سے علٰحدہ ہونے کے بعد بعض اسلامی ممالک میں کچھ عرصہ تک رہ کر عبرانی اور عربی زبانوں سے واقفیت حاصل کی اور اپنے وطن واپس جانے کے بعد کیمبرج یونیورسٹی میں شریک ہو کر

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ - اور ہر قوم کے ہادی -

مَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ اور تم اُن کے کام چلانیوالے نہیں ہو -

وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِمُسَيْطِرٍ اور تم اُن کے کارپرداز نہیں ہو -

وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِحَفِيْظٍ تم اُن کے حفاظت کرنیوالے نہیں ہو -

ان آیتوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ کا

عربی تعلیم شروع کی اور تقریباً ایک سال کے عرصہ میں متعدد مشہور عربی کتب کا مطالعہ کیا ہے - اور قرآن شریف کو بھی عربی میں نہایت شوق سے پڑھ کر بعض سوروں کو حفظ کر لیا - ابھی حال ہی میں مجھے لکھ بھیجا کہ جو تسکین اور قلبی اطمینان مجھے قرآن سے ہوا - وہ کسی اور کتاب سے نہ ہوا -

اس بیان کی طرف مسلمانوں کو میں خاص توجہ دلانا چاہتا ہوں - تاکہ وہ بھی اپنے دلوں کا امتحان کر کے یہی کہہ سکیں -

کام یہ ہے کہ اللہ کا حکم پہونچا دے۔ اور بندہ کی رہنمائی کرے۔ اور بندہ کا کام یہ ہے کہ اپنے عمل سے اپنی حفاظت آپ کرے۔

اگر قرآن پڑھنے والے اُن آیات کی جو نفس کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی ہیں فہرستیں بنالیں اور نیز اُن آیات کی جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کس فعل کو پسند اور کس فعل کو ناپسند کرتا ہے۔ اور ان فہرستوں کے ساتھ مقابلہ ان ہدایتوں کا کیا جائے جو دوسرے مذہبوں میں یا کسی حکمت میں پائی جائیں تو اُس سے مسلمان کے معلومات میں وسعت ہوگی۔ اور دل کو اطمینان حاصل ہوگا۔

حاجی مولوی محمد مظہر صاحب نے حسب خواہش میرے اُن آیات کی فہرست مرتب کی ہے (معہ ترجمہ) جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالٰے کس امر کو پسند کرتا ہے اور کس کو نہیں وہ فہرست یہاں درج کی جاتی ہے۔

۲ اللّٰہُ یُحِبُّ

اوصافِ پسندیدہ

۱- اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ
(سورہ بقر رکوع ۲۴ آیت ۷)

بے شک اللہ پسند کرتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

۲- وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

س	ر	آ
عمران	۱۴	۵

اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۳- اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

س	ر	آ
بقر	۲۸	۱

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور مطہر یعنی پاک رہنے والوں کو۔

۴- اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ

س	ر	آ
توبہ	۱	۵
	۲	۱

" اللہ پسند کرتا ہے متقیوں کو

نوٹ:- س سے سورہ ر سے رکوع آ سے آیت مراد ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ	اور اللہ پسند کرتا ہے صبر
آل عمران س ۴ ع ۱۵ آ ۳	کرنے والوں کو۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ	بیشک اللہ پسند کرتا ہے توکل
″ س ۴ ع ۱۷ آ ۴	کرنے والوں کو۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ	″ ″ ″ انصاف
مائدہ س ۶ ع ۶ آ ۸	کرنے والوں کو
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ	″ ″ ″ اُن کو جو
يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا	اُس کی راہ میں صف باندھ کر
كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ	لڑنے کو تیار رہوں اس طرح کہ
صف س ۲۸ ع ۱ آ ۴	گویا وہ ایک مستحکم دیوار ہیں۔

اَللّٰهُ لَا يُحِبُّ

اوصافِ ناپسندیدہ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ — بے شک اللہ نہیں پسند کرتا ہے زیادتی کرنے والوں کو۔

بقر ۲ ۲۴ ۲

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ — اور " " " فساد کو۔

بقر ۲ ۲۵ ۹

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيْمٍ — اور " " " نافرمان اور گناہگار کو۔

بقر ۲ ۲۹ ۲

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ

س ـ ۲
روم ۵ ۵

بیشک وہ نہیں پسند کرتا ہے کافروں یعنے انکار کرنے والوں کو۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ

س ـ ۲
آل عمران ۶ و ۱۴ ۳ و ۱۱

اور 〃 〃 〃 ظالموں کو یعنے خلاف ورزی کرنیوالوں کو

فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔

س ـ ۲
نساء ۶ ۳

بیشک 〃 〃 〃 اُس کو جو شیخی کرتا ہے اور فخر کرنے والے کو۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا۔

س ـ ۲
نساء ۱۶ ۳

〃 〃 〃 اُس کو جو خائن ہے اور گناہگار کو۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ

〃 〃 علانیہ بری بات

مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ	کہنے والے کو بجز اس حالت کے کہ اس
س نساء ۲ ع ۲۱ پ ۶	پر کوئی ظلم کیا گیا ہو۔
وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ	اور اللہ نہیں پسند کرتا ہے
س مائدہ ۲ ع ۹ پ ۶	مفسدین کو۔
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ	بیشک " " اسراف یعنی
س انعام ۲ ع ۱۷ پ ۸	نامناسب طریقہ اور حد سے بڑھ کر عمل کرنیوالوں کو
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ	" " " خیانت
س انفال ۲ ع ۷ پ ۱۰	کرنے والوں کو۔
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ	" " " تکبر
س نحل ۲ ع ۳ پ ۱۴	کرنے والوں کو

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ۔	بے شک اللہ نہیں پسند کرتا ہے ہر خائن اور ناشکر گزار کو۔
حج ۵ ۵ ۲	
إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ	” ” ” کسی واقعہ پر بہت زیادہ خوشی کرنے والوں کو۔
قصص ۸ ۱ ۲	

بدمعاملگی

انسان کی زندگی کا تعلق جو اس دنیا سے ہے وہ آخرت سے بھی ہے۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہاں کی زندگی کے نتیجہ کا نام آخرت ہے۔ اسی وجہ سے قرآن میں بارہا یہ ارشاد ہوا ہے کہ انسان جیسا کریگا ویسا پائیگا۔ جو کچھ کرے گا اس کا اثر اسی کے نفس پر ہوگا خواہ وہ اچھا ہو یا برا ہو۔ جزاء اور سزاء کا مسئلہ اس طرح صاف کر دیا گیا ہے۔ ثواب اور عذاب جنت اور جہنم یہ نام اسی اصلی فرق کو جو اچھے اور برے میں ہے ظاہر کرتے ہیں اور انسان کو سمجھانے کے لیے ظاہری اشکال کو بھی ایک حد تک کام میں لایا جاتا ہے اس کو ایک بڑی حکمت سمجھنا چاہیے۔ اور قرآن کی یہ بھی حکمت دل سے سمجھنے کے قابل ہے کہ زندگی کے معمولی اعمال (کاموں کو) اخلاقی بلندی کے درجہ پر لا کر روحانی اوصاف سے کس طرح منوّر کر دیا جاتا ہے یعنی دنیا

کے تعلق کو لیجا کر کس طرح جنّت تک پہونچا دیا جاتا ہے۔ اس کی یہ مثال قابل ذکر ہے۔

کسی کو کسی چیز کا صحیح ناپ اور صحیح تول سے دینا جو خرید و فروخت کے معاملات میں واجب ہے اُس کو بازار سے لیجا کر جنّت کو کیسا پہونچا دیا گیا ہے۔ قرآن کا ایک سورہ اَلْمُطَفِّفِیْنَ اسی مضمون کا ہے۔ اور اس سورہ کے شروع ہی میں بتا دیا گیا ہے کہ۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ۝	اُن لوگوں کا حال بُرا ہوگا
الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی	جو دوسروں سے لیتے وقت پورا
النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ۝	پیمانہ لینا چاہتے ہیں۔
وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْ	اور جب خود دوسروں کو دیتے ہیں تو
ھُمْ یُخْسِرُوْنَ ۝	کم ناپ یا کم وزن سے دیتے ہیں
اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ	اور ایسے لوگوں کی نسبت سوال کیا جاتا ہے
مَّبْعُوْثُوْنَ ۝	کہ کیا یہ نہیں جانتے کہ کسی روز اٹھائے جائیں گے۔
لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝	اور وہ روز بہت بڑا روز (عظیم) ہوگا کہ جس

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ؕ — اس روز اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اس سورہ پر غور کیا جائے تو دل کو یقین ہوتا ہے کہ اصلی زہد و تقویٰ قرآنی معنوں میں نہ صرف صوم و صلوٰۃ پر اور وظیفہ خوانی پر مبنی ہے بلکہ زندگی کے ہر چھوٹے بڑے کام پر جس میں نیک نیتی اور بدنیتی عمل صالح اور عمل فاش کو دخل ہے۔ نیکی کے خلاف عمل کرنا بدی ہے۔ سچ کے خلاف کہنا جھوٹ ہے۔ اور ایسا کرنا قرآن کے احکام کے خلاف کرنا ہے، جس کو ظلم سے نامزد کیا گیا ہے۔ اسکے ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ وَلَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔ کے سخت ترین احکام اس کتاب میں موجود ہیں۔ جن پر ایسی لعنت ہو اُن کے رکھے جانے کے مقام کا نام جہنم ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان باتوں کو نہ بھولے ہمیشہ دل میں رکھ کر اُن سے اپنے عمل کی اصلاح کرتا جائے تب ہی وہ اس راستہ

پر آسکیگا جس کا نام صراط المستقیم ہے۔

یہ مضمون جو سرسری طور سے لکھا گیا ہے کسی تفسیر کا محتاج نہیں لہ۔

لہ

اس سورہ کا ذکر خاص طور سے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے
صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معمولی معاملات زندگی میں یعنی خرید و فروخت
میں بھی ایک بلند اخلاقی معیار متصوّر ہے جو مذہب کے لیے ضروری
ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اور مذہبوں میں بھی معمولی معاملات میں ایسا
بلند اخلاقی تصوّر صراحت سے پایا جاتا ہے یا نہیں۔ لیکن ہمارے
مذہب کی تو یہ خصوصیت ہے۔

دل کی بیماری اور اپنا امتحان

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِىْ	کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ	ہے یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ان کے دل کی
يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ	بدی کو نمایاں نہیں کرے گا۔

س محمد ۲ / ۲۹

اور اس کے بعد ہی یہ ارشاد ہوا ہے۔

وَلَوْ نَشَاۗءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ	یعنے اگر ہم چاہیں تو ان کو تمہیں دکھلا دینگے
فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ	کہ تم اُن کے چہروں کے علامات
وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ	سے پہچان سکو گے اور نیز اُن کی
الْقَوْلِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ	آواز سے۔

س محمد ۲ / ۳۰

یہاں غالباً ان منافقوں کی طرف اشارہ ہے جو مدینہ

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیا کرتے تھے۔ لیکن اس مضمون کو عام معنی میں لے سکتے ہیں۔

کسی شخص کی نسبت بُری رائے کو اپنے دل میں رہنے دینا خود اپنے دل کو ناپاک کرنا ہے۔ اور عفو کرنا خود عفو کا مستحق ہونا ہے۔

اسلامی تعلیم کی جو قرآن سے ملتی ہے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اصلی کام کو ظاہری امور پر منحصر نہیں رکھا گیا۔ اصلی عبادت کو مناسک یا رسوم یا حرکات جسمانی کا تابع نہیں کیا گیا۔ عبادت ایک دلی کیفیت ہونی چاہیے نہ کہ محض جسمانی حرکات۔ قرآن شریف میں اگرچہ رکوع اور سجدہ کا ذکر کئی آیات میں ہوا ہے لیکن نماز پڑھنے کا طریقہ نہیں بتایا گیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سچی عبادت اللہ کو یاد کرنا ہے اس کے لیے کوئی خاص طریقہ تفصیل سے بتانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ نماز کا جہاں ذکر ہوا ہے تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ یعنے فاحشہ اور منکر کو دور

کرتی ہے۔ اسکے بعد ہی وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کی یاد اُس سے بڑھ کر ہے۔

اللہ کو یاد کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس کے احکام کو ہمیشہ دل میں رکھ کر ان کے مطابق عمل کریں اگر ہر مسلمان اس کی پابندی کرے تو نفس کی کیسی اصلاح ہو سکتی ہے یہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اب عموماً حالت یہ ہے کہ نماز میں چند چھوٹی قرآنی آیات زبان سے ادا کر دی جاتی ہیں اور قیام رکوع و سجدہ کی پابندی حسب قاعدہ کیجاتی ہے لیکن اُس کے احکام پر عمل کرنے کا خیال شاید دل سے کسی قدر دور رہتا ہے۔ ایسی حالت پر غور کرنے سے اس نتیجہ کی تصدیق ہوتی ہے جو مسلمانوں کے عمل سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اب چونکہ زمانہ کے حالات سے مسلمانوں کو نماز کی پابندی کا کسی قدر زیادہ خیال ہوا ہے (اور یہ سنا گیا کہ مسجدیں بھی بہ نسبت پہلے کے زیادہ بھری رہتی ہیں ۔) اس سے امید کیجا سکتی ہے کہ اللہ کی یاد بھی زیادہ ہو گی۔ اور احکام قرآنی کو عمل میں لانے کا خیال بھی بڑھتا جائیگا

بغیر اللہ کو اس طرح یاد کرنے کے کہ اس کے احکام پر عمل کرتے رہیں۔ نماز کا ادا کر دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ مسجد کا بنا دینا۔ آیت ۱۹ و ۲۰ سورہ توبہ میں جو ارشاد ہوا ہے اس سے دل کو بہت بڑا سبق ملتا ہے۔

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ	مساجد صرف وہ بنائیں جو صرف اللہ
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ	پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں
الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ	اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی کرتے
وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ	ہیں اور سوائے اللہ کے کسی سے
اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ	نہیں ڈرتے اور ایسے ہی لوگ
اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ	ہدایت کیے ہوئے سمجھے
پ ۱۰ توبہ ۲ ۱۹	جائیں گے۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ	کیا حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد الحرام
وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	کا بنانا کیا تم اس کو اللہ پر اور آخرت
كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ	پر ایمان رکھنے اور اللہ کے رستے

الآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

کوشش کرتے رہنے کے برابر سمجھتے ہو۔ اللہ کے پاس ان کا درجہ بلند نہیں ہے۔

پ ۱۰ توبہ ۲۰

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصلی اور ظاہری عمل میں بڑا فرق ہے۔ اور اللہ سچے عمل کو دیکھتا ہے۔ نماز میں اور کسی دوسرے وقت بھی جب کوئی قرآنی آیت کہی جائے تو اس کے ساتھ ہی یہ قرآنی سوال بھی دل میں آئے اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ تو پھر کیوں نہیں سمجھتے۔ سمجھنا مقدم ہے۔ اور اسی سے دل کی بیماری دور ہو سکتی ہے۔

اکثر دیکھا جاتا ہے انسان اپنے ذمہ داری کو ٹال دینے کے لیے شیطان پر الزام رکھتا ہے۔ اس میں آسانی تو بہت ہے اور ممکن ہے کہ ایک غلط قسم کی تسکین بھی دل کو حاصل ہو جاتی ہو۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ طریقہ جاہلوں کا ہے۔ بلکہ میں یہ

کہوں گا کہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے نفس کی اصلاح سے دل کی
بیماری کو دور کرنا نہیں چاہتے - قرآن میں یہ صریح حکم موجود
ہے کہ جو جیسا کریگا اس کا ویسا ہی اثر اُس کے نفس پر ہوگا
یعنے اچھے کا اچھا اثر اور بُرے کا بُرا مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ
وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا - اور لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
اُخْرٰى اور کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا - نفس کی
ذمہ داری کو اس طرح معین کر دینے کے بعد کوئی استثنائی شکل
ایسی نہیں بتائی گئی ہے کہ انسان بطور معذرت اس سے فائدہ
اٹھا سکے - اب رہا یہ کہ شیطان ہمارے نفس پر کس حد تک اختیار
رکھتا ہے اس کو بھی قرآن نے صاف کر دیا ہے

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِىْ	کہا اے میرے رب مہلت دے مجھے
اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ٥	اس روز تک کی کہ جو وہ اٹھائے جائیں گے

حجر ۳۶ ع

پر غور کیا جائے - شیطان مہلت مانگتا ہے تاکہ اللہ کے
بندوں کی تاک میں رہ کر ان کو دھوکہ دے سکے اور گمراہ کرے -

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ

اللہ فرماتا ہے کہ اچھا تو ان میں سے ہے جن کو اجازت دی گئی ہے۔

حجر س ۳۷

إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ

وقت مقررہ تک

حجر س ۳۸

قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي
لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ
وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝

شیطان عرض کرتا ہے اس وجہ سے کہ تو نے مجھے نکال دیا۔ میں دنیا میں تیرے بندوں کے غلط راستہ کو خوشنما بناؤں گا اور ہر ایک کو گمراہ کروں گا۔

حجر س ۳۹

إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
الْمُخْلَصِينَ ۝

بجز تیرے مخلص بندوں کے

حجر س ۴۰

قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ

اللہ نے فرمایا کہ یہی راستہ (مخلص بندوں کا)

مُّسْتَقِیْمٌ ○ — قبول کرنا مجھ پر واجب ہے۔

حجر ۴۱

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ — میرے مخلص بندوں پر یقیناً تجھے

عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ — کوئی اختیار نہیں ہے بجز ان کے کہ جو

اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ○ — کہ میرے حکم کے خلاف تیری اتباع

حجر ۴۲ — کریں۔

کیا اس کے بعد کوئی شبہ باقی رہتا ہے کہ شیطان کا کوئی اختیار نہیں ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے فرمان بردار بندوں میں داخل سمجھنا چاہتے رہیں۔ جو ایسے ہوں یقیناً ان کا دل اللہ کی مرضی کی طرف رہیگا۔ اور کبھی شیطان کی مرضی کی طرف نہیں جایگا۔ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد کیوں ہوا ہے اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا یقیناً شیطان کی کوشش بے اثر ہو گی۔ اللہ کی قوت کے مقابلہ میں کوئی قوت کارگر نہیں ہو سکتی۔ اور خود شیطان نے اس کو وضاحت سے تسلیم کر لیا ہے کہ اس کو اللہ کے بندوں پر کوئی

اقتدار نہیں ہے بجز اس کے کہ ان کو بلاتا ہے اور وہ چلے آتے ہیں

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ	اور شیطان نے کہا جب کہ کام ہو چکا کہ
الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ	اللہ نے تمہارے ساتھ وعدہ پورا
وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ	کیا۔ اور میں نے وعدہ کر کے خلاف
فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ	کیا۔ اور مجھے تم پر کوئی اختیار نہیں ہے
عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ	بجز اس کے کہ میں دعوت دیتا ہوں
اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ	تم قبول کر لیتے ہو۔ پھر مجھ پر الزام
لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا	نہ رکھو اور اپنے نفس پر رکھو۔ نہ
اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ	میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔ نہ تم
وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ	میری مدد کر سکتے ہو۔ بس اس کو نہیں
ابراہیم س ۲۲ ع ۲	مانگتا تھا جو تم نے مجھ سے تعلق کیا تھا۔

شیطان سے متعلق جو آیات دیکھی جاتی ہیں ان سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنا فرض یہی قرار دے رکھا ہے

کہ انسان کو دھوکہ دے کر گمراہ کرے اور اللہ کی فرماں برداری سے باز رکھے یعنے جیسا کہ خود اس نے شروع ہی میں اللہ کے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا اور جنت سے خارج کیا گیا اور مورد لعنت ہوا - ویسا ہی انسان کو اسی قسم کی ذلت میں ڈالنا چاہتا ہے بجز اس کے اس کو انتقام کا اور کوئی طریقہ نہیں مل سکتا تھا انسان کے پاس ہمیشہ دوست بن کر آتا ہے لیکن دشمنی سے کبھی باز نہیں رہتا - اسی وجہ سے یہ ارشاد ہوا ہے

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ	یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے اپنے
فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا	فریق کو اسی واسطے بلاتا ہے کہ دوزخ
يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا	کے رہنے والوں میں سے ہوں -
مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ	(یعنے ان میں شریک ہوں)

فاطر ۳۵ ع ۱ / ۶

پس جب کہ اللہ کا فرمان یہ ہے کہ راستباز بندوں پہ شیطان کو کوئی اختیار نہیں ہے - اور جب کہ خود شیطان نے بھی

اس کا اعتراف کیا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو مجبور سمجھے۔ انسان کو ایک آسان نسخہ بتایا گیا ہے تاکہ وہ شیطان کے گمراہ کرنے والے وسوسوں سے اپنے دل کو محفوظ رکھ سکے اور وہ نسخہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کی حفاظت میں دیدے زمانہ کے حالات پر اور خصوصاً اس زمانہ کے غور کرنے کے بعد میرا خیال تو بعض اوقات اس حد تک جاتا ہے کہ میں شیطان کو بمقابلہ انسان واجب الرحم سمجھوں۔ کیوں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید انسان ایسے بھی ہوں جو بدمعاشی کے جدید طریقوں میں شیطان کو بھی سبق دے سکیں۔ یہ صرف میرا قیاس نہیں ہے بلکہ اس قسم کا تجربہ مجھے اسی قریب زمانہ میں حاصل ہوا ہے [1]

[1] حیرت تو یہ ہے کہ جو شخص آخری دفعہ جھوٹ اور مکمل مکاری سے غلط واقعات باور کرا کر مجھ سے کچھ حاصل کیا وہ جدید طریقہ کے لوگوں میں سے نہ تھا بلکہ ایک سن رسیدہ آدمی جس کے بال سفید تھے اور جس کی عمر ۶۰ یا ۶۵ سے کم نہ ہوگی اور

باب دوّم

شفاعت و وسیلہ

اس کی نسبت مسلمانوں میں ایک قسم کی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے شفاعت کے لفظی معنی ساتھ رہنے کے ہیں مُنذِر اور ھَادِی کو رہنمائی کے لیے ساتھ رہنا ضرور ہے۔ اس معنی میں وہ شفیع ہے۔ اس سے بڑھ کر اگر یہ سمجھا جائے کہ شفیع کسی طرح سے بھی گناہگار کو بچانے والا ہے خواہ وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرے یا نہ کرے۔ تو یہ صحیح نہیں ہے۔

بظاہر شریف آدمی اچھے لباس میں تھا اور گفتگو سے بھی تعلیم یافتہ شخص پایا گیا۔ چنانچہ حافظ کا ایک مصرع بھی اس نے مجھے سنایا۔ اور میری طبیعت پر اثر ڈالنے کے لیے اپنا قریب کا تعلق ایک ایسے مرحوم عہدہ دار سے ظاہر کیا جس کی بہت کچھ وقعت میرے دل میں تھی۔

جب کہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ کیا ہم عمل صالح کرنیوالے کو اور گناہگار کو یکساں کر دیں گے تو رسول یہ عرض کرنے کے مجاز نہیں ہیں کہ ایسا کر دے۔ البتہ یہ دعا کر سکتے ہیں اور کرینگے کہ گناہ کو بخشدے۔

پس یہ خیال کہ آخر کار ہر گناہگار کو رسول بچالیں گے (اور شفاعت یہی ہے) نہایت غور کے قابل ہو جاتا ہے۔ ایسی غلط فہمی سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا قرآن پڑھانے اور سمجھانے والوں کا فرض ہے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ شفاعت کے بھروسہ پر بے خوف ہو کر بدکار ہوتے جائیں۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ	اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی نفس
نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا	کسی نفس کے لیے کام نہ آئے اور نہ قبول
وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ	کیا جائے معاوضہ۔ اور نہ نفع دے
وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ	اس کو شفاعت اور نہ ان کو مدد
وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝	حاصل ہو۔

س ۲ — ع ۵ — بقرۂ ۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا
مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن
يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ
وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ
هُمُ الظَّالِمُونَ ۝
س بقر ر ۳۴ آ ۱

اے ایمان رکھنے والو اس رزق میں سے
جو ہم نے تم کو دیا ہے دوسروں کو کھلاؤ
قبل اس سے کہ وہ دن آپہونچے جس میں
نہ تو خرید و فروخت ہے نہ کسی کی دوستی
ہے اور نہ کسی کی شفاعت ۔ (یعنے
ہمراہی ہے)

مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ
إِلَّا بِإِذْنِهِ ۝
س بقر ر ۳۴ آ ۲

وہ کون ہے جو اس کے پاس شفاعت
کرسکتا ہے ۔ بغیر اس کی اجازت کے

مَّن يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً
يَكُن لَّهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا وَمَن
يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُن
لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللَّهُ

جو نیکی میں شفاعت کرے یعنے ساتھ
دے اس میں سے اس کو بھی حصہ ملیگا اور
جو برا کرنے میں ساتھ دے اس پر
بھی اس برائی کا اثر پڑے گا۔

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝

اللہ ہر شئے پر نگہبان ہے۔

س نساء ۱۱ ۸

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ
اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ
لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ
وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

اور اس سے آگاہ کرو ان لوگوں کو جو
خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس جمع
کیے جائیں گے کہ ان کے لیے اللہ کے سوا
کوئی دوست اور شفیع نہیں ہے تاکہ وہ
پرہیزگار رہیں۔

س انعام ۶ ۱

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّ
غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ
نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ
لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ

چھوڑ دو ان کو جو دین کو کھیل
تماشہ سمجھتے ہیں اور جن کو دنیا کی زندگی
گمراہ کرتی ہے اور یاد دہی کر کہ ان کی
آزمائش کی جائیگی اس سے جو انھوں
نے حاصل کیا ہے۔

س انعام ۸ ۱۰

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ
سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ
مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ
اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ

بیشک تمہارا اللہ وہ ہے جس نے
زمین و آسمان کو چھے روز میں پیدا
کیا اور حکومت پر قایم ہوا کوئی شخص
بجز اس کی اجازت کے شفیع نہیں ہو سکتا
وہی اللہ ہے تمہارا عبادت کرو اسکی
کیوں نہیں یاد کرتے ....

س یونس ر ۱ ۲ ۳

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ
اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ٥

اور اس روز نہیں نفع دیگی شفاعت
کسی ایسے شخص کی جس کو اس نے
اجازت نہ دی ہو۔ اور اس کی نسبت
قول سے رضامندی نہ ظاہر کی ہو۔

س طٰہٰ ر ۶ ۲ ۵

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

اللہ وہ ہے جس نے آسمان
اور زمین کو اور جو کچھ ان کے

فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی | ور بیان میں ہے چھے روز
عَلَی الْ

مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا | میں پیدا کیا اور حکومت پر قایم
تَتَذَکَّرُوْنَ ۝ | ہوا تمہارے لیے اس کے سوا کوئی
سجدہ ۳۲ ۱ ۴ | دوست اور شفیع نہیں ہے۔ کیا نہیں سمجھتے

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗ | اور اس کے پاس کسی کی شفاعت
اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ | کام نہیں آتی بجز اس کے جن کو اجازت
سبا ۳۴ ۱ ۲ | ملی ہو۔

فَمَا تَنْفَعُھُمْ شَفَاعَۃُ | ان کو شافعین کی شفاعت
الشّٰفِعِیْنَ ۔ | کوئی کام نہ دے گی۔
مدثر ۷۴ ۱ ۲ |

ایک دوسری غلط فہمی جو مسلمانوں کو ہو رہی ہے۔ یہ ہے کہ

بندہ کو اللہ تک پہونچنے کے لیے وسیلہ چاہیئے بغیر اس کے نہیں

پہونچ سکتا - اس کے معنٰی یہ ہیں کہ بندہ راست اپنے خالق سے

دعا نہیں کر سکتا بلکہ کسی اور کے ذریعہ سے کرنا چاہیئے - اس کو

کیوں کہ قرآن میں کوئی ایسی ہدایت

نہیں پاتا - بلکہ یہ صاف حکم پاتا ہوں - اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

اگرچہ بعض موقعوں پر قرآن شریف میں وسیلہ کا بھی ذکر

کیا گیا ہے - وہاں بھی کوئی اشارہ ایسا نہیں پایا

یہ سمجھا جائے کہ کسی کو وسیلہ بنانا چاہیے

قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ	کہہ تمہارے لیے برائی بھلائی پر
ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا	میں کوئی اختیار نہیں رکھتا

جن ۲۱ ۲۱

علم غیب و معجزہ

شاید رسولؐ کی نسبت یہ غلط فہمی چلی آرہی ہے کہ وہ عَالِمُ الْغَیْبِ ہے خود قرآن سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کیوں کہ رسولوں کی زبان سے کہلوایا گیا ہے کہ میں عَالِمُ الْغَیْبِ نہیں ہوں۔ میں اتنا ہی کہتا ہوں جو کہ وحی سے مجھے بتایا گیا ہے۔

مَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ ...... عَالِمُ الْغَیْبِ	میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں عالم الغیب ہوں۔

قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا۔	کہو کہ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یا اُس میں اللہ نے کوئی مدت رکھی ہے۔
جن ۲۵	

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝

جن ۲/۲۶

یعنی اللہ عالم الغیب ہے اور اس غیب کا معلوم کرنا کسی کے اختیار میں نہیں ہے -

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا

جن ۲/۲۷

بجز کسی رسول کے جس کو معلوم کرانا چاہے اور اس کے ساتھ آگے اور پیچھے سے نگران مقرر کرے تاکہ معلوم کرے کہ وہ اللہ کے پیاموں کو پہونچا دیا -

لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝

جن ۲/۲۸

اور اللہ گھیرے ہوئے ہے اس کو جو ان کے پاس ہے اور ہر شئے کی عدد کا شمار کرتا ہے -

. . . .

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی رسول کو عالم الغیب

ہونے کا دعویٰ ہو نہیں سکتا۔

معجزہ کی نسبت بھی غلط فہمی چلی آ رہی ہے کہ رسولؐ اپنی رسالت کے ثبوت میں کوئی معجزہ دکھاتے ہیں یعنی کسی ایسی قدرت کا اظہار کرتے ہیں جو اللہ کی قدرت کے مثل ہو۔ اس کا اثر خیالوں پر یہاں تک ہوا ہے کہ شاید بعض لوگ کسی رسول کی رسالت کو ماننے کے لیے آمادہ نہ ہوں جب تک کہ یہ باور نہ کر لیں کہ انھوں نے کوئی معجزہ کیا تھا۔ جہاں تک میں نے قرآن میں تلاش کیا مجھے کہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملا جس سے یہ یقین ہوتا کہ کسی رسول پر معجزہ کا دکھانا واجب کیا گیا تھا اور نہ میں نے قرآن میں کوئی ذکر کسی رسولؐ کے معجزہ کا کہیں پایا بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو خود روح اللہ تھے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا	اور انکار کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ
لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ	کیوں ان پر اللہ کی طرف سے کوئی علامت

مِنْ ثَمَرٰتِہٖ ط　　　　　(آیت) نہیں اتاری گئی -

رعد　　　۲/۷

جب کبھی کسی سے یہ سنتے ہیں کہ قرآن خود ایک معجزہ ہے تو شاید اس قول سے مختلف ذہنوں میں مختلف تصور پیدا ہوتا ہے۔ پس اس کی ضرورت ہے کہ اس کی حتی الامکان صحیح تعبیر کرنے کی کوشش کیجائے۔ اس پر ہمیشہ غور کرتا رہتا ہوں اور اب کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں اور سمجھنے میں خود قرآنی آیات سے ہدایت حاصل کرتا ہوں - اس کے باہر نہیں جاتا۔ سب سے بڑا قرآنی معجزہ قرآنی الفاظ میں یہ ہے -

لِیُخْرِجَکُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ　　　اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف

اِلَی النُّوْرِ　　　لیجانا -

یہ ویسا ہی معجزہ ہے جیسا کہ آفتاب کی روشنی سے اندھیرا دور ہوتا ہے۔ اللہ تعالی نے قرآن کے ذریعہ سے یہی کام کیا اور سورہ ابراہیم کی پہلی آیت میں یہ واضح کر دیا گیا ہے -

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ	یہ کتاب ہم نے تم پر اتاری ہے تاکہ تم
لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ	لوگوں کو اندھیرے میں سے نکال کر روشنی
اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ	میں لاؤ اُن کے رب کی اجازت سے
اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ	اس راستہ کی طرف لاؤ جو عزیز اور
ابراہیم ۱۴ ۱	حمید کا ہے۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا	کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ	تم پر وہ کتاب اتاری ہے جو ان کو پڑھ کر
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ	سنائی جاتی ہے اس میں یقیناً رحمت
ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔	ہے اور یاد دہانی ہے ایمان
عنکبوت ۲۹ ۵۱	رکھنے والوں کے لیے۔

یہ ارشاد نہ ماننے والوں کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ کیوں اللہ کی طرف سے رسولؐ اللہ پر کوئی آیات یعنی معجزہ نہیں اتارا گیا۔ اور رسولؐ سے یہ کہلوایا گیا ہے کہ

آیات بہ معنی معجزات اللہ کے پاس ہی ہیں اور میں صرف نذیر یعنی آگاہ کرنے والا ہوں - اسی مضمون کی قرآنی آیت یہ ہے -

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ	وہ کہتے ہیں کہ ان پر آیات یعنے علامات
اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا	یعنے معجزے کیوں نہیں اتارے جاتے
الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ	کہو کہ علامات اور معجزے اللہ کے پاس
اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝	ہیں اور میں صرف ایک آگاہ کرنیوالا
عنکبوت ۲۹ ۵۰ ۲	ہوں -

قرآن معجزہ ہونے کی ایک کافی دلیل خود سورہ روم ہے جس میں رسول اللہ کو آٹھ سال قبل بتا دیا گیا ہے کہ آٹھ سال کے بعد کیا ہوگا یعنی روم جو ایران سے مغلوب ہوا تھا پھر ایران پر غالب آیگا -

ایک دوسری دلیل سورۂ فتح میں ملتی ہے جو حدیبیہ کے ناگوار تجربہ کے بعد نازل ہوا - اور جس کا پیام یہ ہے -

وَيَنصُرَكَ اللّٰهُ نَصرًا عَزِيزًا - | اور اللہ تم کو بڑی مدد دے کر کامیاب کریگا -

پ۲۶ فتح ۳

قُل لِّلمُخَلَّفِينَ مِنَ الأَعرَابِ سَتُدعَونَ إِلَىٰ قَومٍ أُولِي بَأسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُم أَو يُسلِمُونَ - | ان عربوں سے کہو جو پیچھے رہ گئے ہیں کہ تم جلد ایک بڑی قوت والی قوم سے مقابلہ کرنے کے لیے بلائے جاؤ گے۔ ان سے تم لڑو گے۔ اور وہ اسلام قبول کرلیں گے۔

پ۲۶ فتح ۱۶

چنانچہ چند ہی سال کے بعد ملک ایران اور ملک شام اور مصر مسلمانوں کو مل گئے۔

لَقَد رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ المُؤمِنِينَ إِذ يُبَايِعُونَكَ تَحتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي | جن مومنین نے تمہارے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی ان سے اللہ راضی ہوا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ ان کے

قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ — دل میں کیا ہے۔ اور اس نے سکون

عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا — پیدا کر دیا فتح کی تیاری کی جو عنقریب

قَرِيْبًا ○ — ہونے والی تھی۔

فتح ۱۸/۲ ....

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ — کیا یہ معجزہ کم ہے کہ اللہ نے اپنے رسول

الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ — کو پہلے تو یہ رویا بتا دیا تھا کہ وہ مسجد الحرام

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ — میں داخل ہو رہے ہیں اور بعد اس کے

اٰمِنِيْنَ .... الخ — اس کی تصدیق اس آیت سے

فتح ۲۷/۲ — فرما دی۔

ان چند آیات کا حوالہ دینے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اس قسم کے اشارے خود معجزہ کا درجہ رکھتے ہیں اور ان وجوہ سے ہم کو یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ قرآن خود ایک معجزہ ہے۔

علاوہ ان سب کے کیا سب سے بڑا یہ قرآنی معجزہ نہیں ہے کہ چند ہی سال کے عرصہ میں ایک جاہل اور غیر مہذب اور مفلس وحشی قوم

کے ہاتھ اور زیر حکومت وہ تمام ممالک آگئے جو سکندر اعظم کو
ملے تھے۔ اور ان کے سوا ایسے بھی ملک جو اس کو نہیں ملے تھے
مثلاً ملک ہسپانیہ کا ایک حصہ اندلس۔

اگر یہ دور کی باتیں سمجھی جائیں تو میں اس موقع پر ان
چند واقعات کا ذکر کروں گا جو ایک عجیب طریقہ سے میرے ذاتی
تجربہ میں آئے ان کی تعداد زیادہ ہے اور وہ سب مجھے تفصیل
سے یاد بھی نہیں ہیں لیکن جو یاد رہ گئے ہیں ان کی خصوصیت یہ
ہے کہ وہ واقعات سے اس طرح منطبق ہوئے ہیں کہ دل حیرت
میں رہ جاتا ہے ———————

(میرا ذاتی تجربہ ہے کہ)

(۱) چند سال سے پیشتر مجھے ایک انگریز دوست نے
لکھ بھیجا تھا کہ یورپ کے کسی شہر میں ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا جس میں
کئی ہزار ایسے لوگ شریک تھے جن کی کوشش یہ ہے کہ مذہب کو
یعنے اللہ کی حکومت کو دنیا سے اٹھا دیں۔ عصر کے وقت مغرب
سے کچھ پہلے مجھے وہ خط ملا اور اس کو پڑھتے ہی میرے دل میں
ایک تکلیف دہ کیفیت پیدا ہوئی جو نماز مغرب تک قایم رہی۔

اور نماز میں بھی ایک عجیب قسم کی بیقراری اور اضطرار محسوس ہوتا رہا کہ جب تیری حکومت باقی نہیں رہی تو پھر کیا ہوگا ؟ نماز میں نے جلدی سے پڑھ لی اور اس کے بعد ہی قرآن شریف کو (جو نزدیک رکھا ہوا تھا) یکایک کھولا کہ دیکھوں کیا نکلتا ہے۔ سورہ (ابراہیم) کا آخری حصہ نکلا۔ جس میں بہت ثبوت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کیا کیا جائیگا۔ جب اس کو میں نے پڑھا تو ایسا معلوم ہوا کہ میرے ہر سوال کا جواب نہایت صاف طور سے قوت کے ساتھ ایک ایک آیت میں دیا گیا ہے۔ وہ یہ آیات ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۚ — یہ نہ سمجھو کہ اللہ اس سے غافل ہے جو ظالم یعنے بدکار کر رہے ہیں۔

س ابراہیم ۲ / ۴۲

اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝ — وہ ان کو صرف مہلت دیتا ہے اس روز تک کی کہ آنکھیں خوف سے کھچی ہوئی ہوں۔

س ۲ / ۴۳

مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ
لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ
وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ

جب کہ وہ خوف کی حالت میں جلدی سے
آگے بڑھتے جائیں گے سر اٹھائے ہوئے اور نظر
ان کی ان کے طرف نہ پلٹ سکیگی اور دل انکے
ہوا سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ (اڑ گئے ہونگے)

سِ ۲/۴۳

وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ
اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ
مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ

بیشک انھوں نے اپنا مکر چلایا اور وہ مکر
اللہ کے پاس ہے اگرچہ وہ ایسا تھا کہ اس
سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ
جائیں۔

سِ ۲/۴۶

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ
وَعْدِهِ رُسُلَهُ إِنَّ اللَّهَ
عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

پس یہ نہ سمجھو کہ اللہ اس وعدہ کے
خلاف کریگا جو اپنے رسولوں سے کیا ہے
وہ بڑا قوت والا اور بدلہ لینے
والا ہے۔

سِ ۲/۴۷

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

س ۲ / ۴۸

اس دن جب کہ زمین بدل کر اور کچھ ہو جائیگی اور آسمان بھی بدل جائیگا اس روز وہ اللہ کے پاس آئیں گے جو کہ ایک ہے اور سب پر حاوی ہے۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝

س ۲ / ۴۹

اس روز مجرمین کو دیکھو گے ایکدوسرے کے ساتھ زنجیروں میں باندھے ہوئے ہیں۔

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ

س ۲ / ۵۰

لباس ان کا قطران (گندھک) کا ہوگا اور چہرے ان کے آگ سے ڈھپے ہوئے ہوں گے۔

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

س ۲ / ۵۱

تاکہ اللہ اس طرح ان کے کیے ہوئے کی جزا دے۔ یقیناً اللہ جلد حساب کرنیوالا ہے۔

(۲) دوسرا واقعہ جو جنگ عظیم کے غالباً ۱۹۴۵ء آخری نوبت پر میرے تجربہ میں آیا وہ شاید اور بھی زیادہ قابل حیرت ہے۔ ایک روز صبح میں اتفاق سے میں نے قرآن شریف کو اٹھا کر کھولا اور اس وقت کوئی خاص خیال میرے دل میں نہ تھا جس آیت پر میری نظر پڑی وہ یہ ہے ۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ	اس کا مطلب یہ ہے کہ پس کٹ گئی جڑ
الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ	اُس قوم کی جس نے ظلم کیا تھا۔ اور
لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط	شکر ہے اللہ کا ۔

اس کو دیکھنے سے یہ تو مجھے معلوم ہوا کہ جنگ کی نسبت یہ خبر دی جا رہی ہے لیکن یہ نہ معلوم ہوا کہ مقام جنگ پر واقعات کیا پیش آئے۔ ایک دو روز گزرنے کے بعد کسی دوست نے مجھ سے کہا کہ اخبار سے معلوم ہوا پرسوں متحدہ اقوام کی فوجیں شہر روم میں داخل ہوئیں ۔

(۳) اس قسم کے اپنے تجربات کو میں معجزہ قرآن کے مفہوم میں داخل سمجھتا ہوں۔

قرآنی اشارات

قرآن شریف کو سمجھ کر پڑھنے والے اور اس کے مضامین پر غور کرنیوالے اس کی خاص کشش کو جو انسان کو اپنے طرف کھینچنے والی ایک عجیب قوت ہے محسوس کیے بغیر رہ نہیں سکتے۔ جب سے کہ میں نے اس مقدس کتاب کا مطالعہ اس نیت سے شروع کیا کہ اسکے احکام و ہدایات کو سمجھ کر سچے دل سے ان پر عمل کرنیکی صلاحیت مجھ میں پیدا ہو۔ اس وقت سے ابتک مجھے یہ محسوس ہوتا رہتا ہے کہ کتاب اپنے طرف میرے دل کو کھینچ رہی ہے۔ اور اپنا مطلب ہر وقت سمجھا رہی ہے۔ بعض غیر معمولی اشارے بھی وقتاً فوقتاً میرے دل کو ایسے ہوتے گئے ہیں کہ ان کو سمجھنا کہ کس طرح ہوئے مشکل ہے۔ لیکن یہ سمجھنا آسان ہے کہ دل کو ایسا اشارہ کرنا اس قوت کو منسوب معلوم ہوا جو سب قوتوں پر حاوی ہے۔

ایک ایسے موقع کا یہاں ذکر کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ

سورۂ ذاریات مجھ کو کس طرح پہونچایا گیا۔

چند سال ہوئے کہ ایک روز حسب عادت میں دو تین بجے
کے درمیان آرام لے رہا تھا اور کچھ دیر تک آنکھ لگ گئی میں نے
نہایت صاف طور سے یہ خواب دیکھا کہ اپنے چچا نواب عماد جنگ مرحوم
کے سامنے بیٹھا ہوں جو عربی کے عالم ہونے کے علاوہ حافظ قرآن
بھی تھے۔ اور ان سے قرآن شریف کی نسبت کچھ گفتگو ہو رہی ہے۔
جس کے ضمن میں میں نے یہ عرض کرنے کی جرأت کی کہ قرآن شریف
کی عربی عبارت نہایت صاف اور آسان ہے اور اس کے سمجھنے
میں کوئی مشکل نہیں ہوتی البتہ بعض مقامات پر ایسے الفاظ آئے ہیں کہ
ان کو بغیر لغت کے معلوم کرنا نہیں ہو سکتا۔ اس بارے میں
چچا صاحب نے کچھ نہیں فرمایا لیکن ان کی زبان سے صرف یہ لفظ
نکلا اَلذّٰارِیَات یا فوراً میری آنکھ کھل گئی اور میں نے خیال کیا کہ یہ سورۂ
تو شاید میرا دیکھا ہوا ہے لیکن دل کو اطمینان نہیں ہوا تب میں نے
قرآن شریف میں اس کو نکالا اور پڑھنا شروع کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ
ساتھ ساتھ وہ یاد بھی ہوتا جا رہا ہے چنانچہ ایک دو روز میں پورا حفظ

ہوگیا اور اس وقت سے ابتک اپنے حافظہ میں اس کو دھراتا رہتا ہوں اور دل میں میرے ہمیشہ یہ سوال رہتا ہے سورہ کا اشارہ اس طور سے کیوں کیا گیا ہوگا۔ غور کرتے کرتے میں نے معلوم کیا کہ اس سورہ میں بعض خاص امور اور خاص فرائض انسان کو بتائے گئے ہیں۔ اور سورہ کے شروع میں ہی اشارات کیے گئے ہیں کہ کس طرح اور کس ذرایع سے اللہ کے احکام پہونچائے جاتے ہیں یہ پہلی چار آیتیں ہیں۔ پانچویں آیت میں اشارہ نہیں بلکہ صاف یہ بیان ہے کہ جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ سچا ہے جس سے تم آگاہ کیے گئے ہو وہ صادق آیگا۔

إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ	جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ سچ ہے
ذاریات س ۵/۲	
وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ	اور فیصلہ ضرور کیا جائیگا۔
س ۶/۲	اور آخری فیصلہ یقیناً کیا جائیگا۔

اس کے بعد یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کا حال بُرا

ہو گا گویا وہ ایک غار میں غفلت کی حالت میں پڑے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ فیصلہ کا دن کب آئیگا۔ ایسے لوگوں کی خرابی کا ذکر کرنیکے بعد نیک متقی بندوں کے جزاء کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے خاص اوصاف جن کی وہ جزا پائیں گے بصراحت بیان کیے گئے ہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝	بے شک متقی باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔
س ۲ / ۱۵	
اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ	اور وہ لیں گے اللہ سے جو ان کو دیگا کیوں کہ وہ اس سے پہلے نیکی کرنیوالے تھے۔
س ۲ / ۱۶	
كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝	اور رات میں کم سوتے تھے۔
س ۲ / ۱۷	
وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ	اور سحر کے وقت وہ استغفار کرتے تھے۔ یعنے اللہ سے معافی چاہتے تھے۔
س ۲ / ۱۸	

وَفِیْ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ	اور ان کے مال میں مانگنے والے غریب
وَالْمَحْرُوْمِ ○	اور محروم کا حق (حصہ) رکھا گیا ہے۔

سیؔ ۲/۱۹

یہ ایسی صاف اور موثر ہدایتیں ہیں نہ تو ان کو سمجھنے میں ذرہ سی بھی دقت ہے اور نہ کوئی ایسی بات کہی گئی ہے جس سے کسی مسلمان کا دل اعراض کرے۔ اس سے مجھے یقین ہوتا ہے کہ میرے دل کو ایمان اور عمل صالح کے راستہ پر بطیب خاطر لانے کے لیے اُس خاص طریقہ سے اشارہ کیا گیا جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد ہم کو ایک ایسی چیز ملتی ہے جس کے طرف عام طور سے انسان کا خیال نہیں جاتا لیکن جو فطرت کے کاموں میں ایک بڑا معمہ ہے یعنی ہر چیز کا جوڑوں میں پیدا کیا جانا۔

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا	اور ہر چیز میں ہم نے جوڑا پیدا کیا
زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ	تاکہ تم یاد رکھو۔

سیؔ ۲/۴۹

جانوروں میں جوڑے ہونا یہ تو ایسا واقعہ ہے کہ اس کو انسان ہمیشہ دیکھتا رہتا ہے لیکن انسان آسانی سے یہ نہیں معلوم کر سکتا کہ نباتات میں بھی جوڑے ہیں۔ بجز چند خاص درختوں کے جن کی نسبت ان کو معلوم ہوا ہے کہ نر اور مادہ درخت میں فرق ہے یہ فرق عرب کھجور کے درختوں میں دیکھتا ہے اور مجھے بھی اس کا تجربہ ہوا ہے اور یہاں ہندوستان کے پھلوں میں ایک معمولی میوہ پپائی اس میں بھی یہ فرق نمایاں ہے۔ نر درخت کو لمبے پھول خوشبودار آتے ہیں لیکن پھل نہیں آتا اور مادہ درخت کو چھوٹے گول پھول ہوتے ہیں اور ہر ایک پھل بنتا ہے۔

حال میں سائنس کے ماہرین نے بھی اس قانون فطرت کو مان لیا ہے کہ ہر چیز میں فطرت نے جوڑے بنائے ہیں یعنی نر و مادہ۔

اب یہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر سوچو یا غور کرو کہ جس علم کو یورپ کے سائنس نے زمانہ حال میں بذریعہ تحقیق معلوم کیا۔ اس کا ذکر ہمارے قرآن میں تیرہ سو برس قبل کس طرح آ گیا اور ایک رسولؐ امی کو یہ علم کیسا پہونچایا گیا۔

فطرت اور مشیت کے ایسے رموز بیان کر چکنے بعد یہ حکم کہ اللہ
کی طرف ہی جاؤ اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو ایک ایسا حکم
ہے کہ کوئی انسان جس کو ذری بھی عقل ہو دل سے قبول کیے بغیر نہ رہ سکتا۔

قرآنی طرز بیان کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ بہت کم اور سادہ
الفاظ میں کوئی ایک بڑا راز حکمت کا (یعنے قدرت کا) انسان کی
عقل کے سامنے اس طرح لایا جاتا ہے عقل اس کو قبول کر لینے پر مجبور
ہے دل میں اس کا ایسا گہرا اثر ہوتا ہے کہ انسان اس کو بھول نہیں سکتا
اس کی مثال کے طور پر دو تین آیتوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ
پڑھنے والے خود تلاش کر کے اسی قسم کی آیتیں جہاں جہاں ملیں جمع کر لیں
اللہ کی قدرت اور اس کی صنعت کی نسبت اس قسم کا اشارہ

اَلَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ اس میں کتنا بڑا مضمون تین
چار لفظوں میں بھر دیا گیا ہے۔ اور اس خوبی کے ساتھ کہ وہ صفت
بجز اللہ کے اور کسی سے متعلق نہیں ہو سکتی۔ ہر چیز کو جس کو اس نے پیدا
کیا اچھا یعنے خوبصورت بنایا۔ کیا یہ کسی انسان کے کام کی نسبت
کہا جا سکتا ہے اور اس میں ایک اہم اعتقادی مسئلہ یہ بھی ہے کہ

جو کچھ اللہ بناتا ہے وہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ اگرچہ انسان کی بصیرت اس کو ہمیشہ حسن کی صورت میں نہ دیکھ سکے۔ اسی طرح کی ایک آیت اللہ کی قدرت کے بیان میں یہ بھی ہے اَلَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَهٗ جس نے ہر چیز کو اس کا وجود دیا یعنے پیدا کیا۔ کیا یہ کسی انسان کی نسبت کہا جاسکتا ہے جبکہ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کہ تمہارا اللہ کون ہے تو انھوں نے اس آیت میں جواب دیا کیا اس کی تردید میں فرعون کچھ بھی کہہ سکتا تھا۔ اگرچہ اس نے ایک موقع پر یہ کہا ہے اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی (سورہ نازعات آیت ۲۴) خدا ہونے کا دعویٰ تو اس طرح کیا لیکن کیا یہ دعویٰ کرسکتا تھا کہ میں وہ ہوں جس نے ہر چیز کو اس کا وجود دیا۔ فرعون جیسے شخص کے لیے جو اپنے غرور میں خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کو مجبور اور شرمندہ کرنے کے لیے کیا اس سے زیادہ اور کوئی طریقہ ہوسکتا تھا۔

قرآن مجید میں قدیم قوموں کی تباہی کے واقعات جو بیان کیے گئے ہیں۔ ان سب میں یہ صاف ظاہر کردیا گیا ہے کہ انھوں نے

باوجود ہدایت کے اور رسولوں کی رہنمائی کے نیکی کا راستہ چھوڑ کر بدی کا راستہ اختیار کیا تھا اور ان کی بدی ان کی تباہی کا باعث ہوئی یعنے ان کو ان کی بدکاری کی سزا ملی اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا گیا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا

اللہ کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہوتا ہے اس کے پاس ظلم و زیادتی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ مختلف مقامات پر اسی مضمون کو قرآن شریف میں واضح کر دیا گیا ان پر غور کرنے سے انسان کے دل کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ اللہ کے کسی کام میں ظلم نہیں ہے۔ ظلم کو اس سے منسوب کرنا نہ صرف گناہ ہے بلکہ حد درجہ کی بے سمجھی ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ[1] اور وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ[2]

کسی سمجھدار انسان کا تو یہ تصور ہو نہیں سکتا کہ اللہ نے کائنات کو خرابی کے لیے بنایا ہوگا۔ شاید جاہل قوموں میں کبھی جو بعض ایسے لوگ ہیں جو قوتوں کو مانتی اور پوجتی ہیں

---

[1] آل عمران آیت ۱۸۱ [2] حم سجدہ س (۶) ۱ (۲)

ان میں بھی شاید اس قسم کا اعتقاد نہیں ہے کہ سب سے بڑی قوت رکھنے والا جو سب سے اوپر ہے اس میں بھی بدی کے صفات موجود ہیں۔ مسلمان کو سکھایا گیا ہے کہ شیطان سے جو گمراہ کرنے والا ہے اور ہر خرابی سے اللہ کے پاس پناہ مانگے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ بدی سے پناہ اور کہاں مل سکتی ہے بجز اس وجود کے پاس جو کہ مکمل نیکی ہے اور جو ہر چیز پر قادر ہے بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اس سلسلہ خیالات میں مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آج کل انسان کا دل جو مذہب سے اور نیکی کی تعلیم اور عمل سے دور ہو رہا ہے اس کی یہ وجہ تو ہو نہیں سکتی کہ اللہ کی ہستی اور نیکی کی نسبت ہم کو اس زمانہ میں کوئی جدید معلومات ایسے حاصل ہوئے ہیں جن سے ہمارے ہزاروں برس کے عقاید میں فرق آئے۔ اور جن امور کو مانتے تھے ان کو مانتے چلے آرہے ہیں۔ ان کو اب نہ مانیں اور جن کو کبھی نہ مانتے تھے ان کو اب ماننے لگیں۔ اگر کوئی ایسے معلومات ثبوت و واقعات کی بناء پر جدت پسند طبقوں کو معلوم ہوئے ہیں تو ان کو ثابت کریں۔

کیا کہیں بھی یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ بلکہ اس کے خلاف محض اپنے بعض تصوّرات اور مفروضات سے غلط طریقوں سے کام لیکر غلط نتایج پر پہونچنا جدت کے لیے باعث فخر ہے۔

یورپ کے بعض ملکوں میں انقلابی اغراض کے لیے غلط طریقہ عمدًا اختیار کیا گیا اور اس کے فسادی اثر نے رفتہ رفتہ دور دور تک پہونچکر خیالات پر ایسا اثر ڈالا کہ گویا انسان کی عقل گم ہوگئی اور وہ برے کو اچھا اور اچھے کو برا سمجھنے لگے۔ ہم کو دوسرے مذہبوں سے غرض نہیں ہے لیکن جب تک کہ ہم موسوئی اور عیسوئی اور محمدی مذہبوں کو دل سے مانیں کہ دنیا میں انھوں نے کیا کام کیا اور انسان کو کس حالت سے کس حالت تک پہونچایا کہ دین اور دنیا کے کاموں میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور بلندی حاصل ہوئی تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہم کئی ہزار برس کی تاریخ کو بھول جاکر ان عقاید کو جو ہر قسم کی ترقی کے ضامن رہے ہیں اب حقارت کی نظر سے دیکھیں اور وہ بھی محض اس غرض سے کہ بازاریوں کے شور وغل میں شریک ہوکر سرفرازی حاصل کریں۔ عاقل کو اشارہ بس ہے۔

عملی تعلیم اخلاق و آداب

معجزہ قرآن پر خیال کرتے ہوئے ہم اس نتیجہ پہ پہونچا کہ یہ بھی معجزہ سے کم نہیں ہے کہ غیب کی باتوں سے ہوتے ہوئے یہ کتاب نہایت سادگی کے ساتھ اور بالکل معمولی الفاظ میں اور اس طریقہ سے کہ کوئی جاہل بھی سمجھ سکے انسانیت کے اوصاف اور طریقوں کا سبق دیتی ہے۔

قرآن سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے مذہب کا اہم جز اخلاق ہے اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اخلاق کے ساتھ آداب کی درستی بھی لازمی قرار دی گئی ہے تاکہ انسان کی انسانیت بڑھتی جائے اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ اس کو انسان کی عقل بلا تامل تسلیم کر لیتی ہے۔ اُن سوروں میں جن میں اچھے اور بُرے اوصاف میں فرق بتایا گیا ہے ان پر اگر تفصیل سے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اخلاق کے ساتھ آداب کا تعلق بھی کس طرح واضح کر دیا گیا ہے۔ سورہ حجرات

اور سورۂ لقمان وغیرہ کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے لہٰذا اس مضمون کے تکرار کی ضرورت نہیں اب سورہ نور کے حوالہ سے چند ایسے امور کا ذکر کیا جاتا ہے جو آداب میں داخل سمجھے جاتے ہیں - مثلاً

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا الخ	اے ایمان رکھنے والو غیروں کے مکانوں میں داخل نہ ہونا وقتیکہ ان کو معلوم نہ کرا دو اور سلام نہ کہو -
س نور ۲ / ۱۷	
فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ	اور اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تاہم داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ ملے - اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس ہو تو چلے جاؤ - یہی درستی نفس کے لیے مناسب ہے
س ۲ / ۱۸	
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے ایمان رکھنے والو تمہارے

لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِّن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الخ

س نور ۸ ع۲

غلاموں کو اور ان کو جو ابھی بالغ نہیں ہوئے ہیں تمہارے پاس آنے (یعنے تمہارے حجرہ میں داخل ہونے) کے قبل اجازت لینی چاہیئے۔ ان تین اوقات پر یعنے (۱) نماز فجر سے پہلے اور (۲) جب تم آرام لینے کے لیے دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتارتے ہو۔ اور (۳) نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین اوقات خلوت کے ہیں۔

یہ چند قرآنی ہدایتیں بطور نمونہ بتائی گئی ہیں قرآن کو غور سے پڑھنے والوں کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ خود تلاش کرکے اسی قسم کی ہدایتوں کو جو اخلاق و آداب سے تعلق رکھتی ہوں جمع کریں اور یاد رکھیں تاکہ حسبہٖ عمل کرسکیں۔

قرآن کو پڑھنے کی اصلی غرض یہی ہے کہ ہماری زندگی قرآنی رنگ میں آراستہ ہو جائے تاکہ ایمان کے ساتھ ساتھ ہمارا عمل بھی صحیح اور صالح ہوتا جائے یعنے ہماری زندگی قرآنی زندگی ہو نہ محض لفظی۔

جزا وسزا

آخرت کی زندگی کا تصوّر انسان کے ذہن میں فطرتاً ایسا ہوگا جس میں دنیا کی زندگی سے کچھ نہ کچھ مشابہت ضرور ہوگی۔ قرآن کی ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ اس نے انسان کی فطری خواہشات کو نظرانداز نہ کرکے بہشت کے تصوّر میں ان کو تشابہات کے طریقہ سے ظاہر کیا تاکہ انسان کے دل کو تسکین ہو۔

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ	اور خوشخبری دو ایمان رکھنے والوں کو
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ	جس کا عمل صالح ہے کہ ان کے لیے جنتیں
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا	ہیں جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور جب کہ
الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا	ان کو وہاں کے پھلوں میں سے کھانے کو
مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ	دیا جائیگا تو وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے
قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا	جو ہم کو پہلے کھلایا گیا تھا۔ کیونکہ

مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

انہیں چیزوں کے مثل ان کو دی جائیں گی ان کے ساتھ پاک بیویاں ان کی ہوں گی اور وہ وہاں رہیں گے۔

بقر ۲۵ ع ۲

فطرت انسانی کے لحاظ سے ان کے دل میں ایسی خواہش کا رہنا ایک لازمی امر ہے کہ ہر زندگی میں خواہ وہ یہاں کی ہو خواہ آخرت کی اپنے علاقہ داروں سے خصوصاً اپنی اولاد وغیرہ سے وہ دور نہ ہوگا ہر مذہب میں اور خصوصاً ہمارے مذہب میں انسانی فطرت کا ہر طرح سے لحاظ کیا گیا ہے۔ اور فطرت کا معیار ہر حالت میں صحیح ہے اور قابل تبدیل نہیں ہے لہذا مذہب اپنے احکام میں اس سے علیحدہ ہو نہیں سکتا۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ط

فطرت اللہ کی جس سے اس نے انسان کو بنایا اللہ کے خلق یعنے بنانے کے کام میں کوئی تبدیل نہیں ہوگی اور یہی ہے دین جو ہمیشہ کے لیے قایم رہتا ہے۔

س ۳۰ ع ۲

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ | تمہارے نفس کو جس چیز کی اشتہا ہوگی
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ ؀ | وہ وہاں تم کو ملیگی۔ اور وہ چیز
سجدہ حم ۳۱ | جو تم مانگو۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ | ایمان رکھنے والے عمل صالح کرنیوالے
فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا | جنتی باغوں میں ہوں گے۔ اور جو وہ چاہیں
يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط | ان کے لیے اللہ کے پاس ہو گا۔
شوریٰ ۲۲

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا | جو وہ چاہیں گے ان کے لیے ہوگا
وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ط | اور ہمارے پاس اس سے زاید
قٓ ۳۵ | ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ | اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور
ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا | ان کی اولاد ایمان میں ان کی اتباع

بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنٰهُمْ	کرتی ہے تو ان کو اولاد سے ملاتے ہیں
مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ	اور ان کے اعمال میں کسی چیز سے ان کو
كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ	محروم نہیں کرتے۔ ہر شخص اپنے کیے ہو
سورۂ طور ۲۱ ۲	کے لیے رہن ہے۔

یہاں جو اشارہ اولاد سے ملائے جانے کا ہے ویسا ہی اشارہ دوسری آیات میں ازواج سے ملائے جانے کا ہے۔ اسی طرح سے جابجا حوالہ ہے جنت کے تعلق سے ان چیزوں کا اور ان غذاؤں کا جو کہ انسان کو یہاں ملتی تھیں اس حد تک فطرت انسانی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور انسان کی فطرت میں یہ ہے کہ وہ چیزیں جو اس کو کبھی پسند تھیں ہمیشہ یاد آتی رہتی ہیں۔

سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ	آگے بڑھو اللہ کی مغفرت کے لیے
رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا	اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت
كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ	آسمان اور زمین کے برابر ہے وہ تیار

وَعَدَتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ	اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ فضل
فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ	ہے اللہ کا جس کو چاہتا ہے عطا کرتا
یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ	ہے۔ اور اللہ بڑا فضل والا
الْعَظِیْمِ ○	ہے۔

حدید س ۲ ، ۲۱

بہشت راحت اور مسرت (فرحت) اور اطمینان کامل کا نام ہے۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ بہشت مقام نہیں بلکہ حالت ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہا گیا ہے کہ جنت کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے کہ جس طرح قرآن جنت کی وسعت کو زمین و آسمان مقام محدود کے تصور کو اٹھا دیا اسی طرح اس امر کو بھی صاف کر دیا کہ جو نعمتیں جنت میں ملیں گی وہ حقیقت میں وہی ہوں گی جو کہ ہم کو یہاں ملتی تھیں بلکہ ان کے مثل ہوں گی یعنے تشابہ۔ سورہ محمد ایت (۱۵) میں یہ الفاظ ہیں مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ اور اسکی تفصیل میں نہریں جسکی تفصیل بیان کی گئی ہے ایسے پانی کی ہیں جو

خراب نہیں ہوتا۔ ایسے دودھ کی ہیں جو نہیں بگڑتا اور ایسے چیزیں پینے کی جن سے طبیعت کو سرور ہو اور خالص شہد کی اور ان کے لیے وہاں ہوں گے ہر قسم کے میوے اور اللہ کے پاس مغفرت اور اس کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ جنت نفسی لذتوں کے لیے نہیں ہے۔

اقربا کے باہم محبت ہونے کا ذکر بھی ہماری مقدس کتاب میں ایک ایک خاص اور نہایت موثر طریقہ سے کیا گیا ہے اور شاید اس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ مؤثر نہیں ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو یہ حکم دیا ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ	یعنے خوشخبری دینے کے لیے میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا کہ اقربا میں باہمی محبت رہے۔
شوریٰ ٢ ٣	

اس آیت میں ایمان رکھنے اور عمل صالح کرنیوالوں کے

لیے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے اور اس کے بعد ہی آیت (۲۲)
کا مضمون ہے جو یہاں لکھا گیا -

یہ کہ یہ خوشخبری دینے کا تم سے میں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا
بجز اس کے کہ قرابتداروں میں آپس میں محبت ہو -

قرآن پر غور کیا جائے تو یہ امر صاف ہو جاتا ہے کہ دراصل
وہ حالت ہے جو ایمان رکھنے اور عمل صالح کرنے والوں کی
ہوگی - اور جہنم نام اس حالت کا ہے جو برا کرنے والوں
کی ہوگی -

قسمت اور عمل

اگرچہ قسمت کا معاملہ ایک معمہ ہے جو کسی حکمت سے حل نہیں ہو سکتا۔ قرآن سے ہم کو یہ ہدایت ملتی ہے کہ اپنے سب کاموں کو قسمت پر چھوڑ دیکر بیٹھے نہ رہیں اور اس کو بہت صاف طریقہ سے کھلے الفاظ میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی — انسان کے لئے بجز اسکے کچھ نہیں ہے جسکی وہ کوشش کرے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ — اللہ کسی قوم کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اپنے حالات کو نہ بدلے۔

سورۃ رعد ۲

ان آیات کی موجودگی میں اپنی ذمہ داری کو قسمت پر ٹال دینا

یا توکّل کے ادعا سے اپنے آپ کو کام کرنے سے بچا لینا ہرگز جائز نہیں سمجھا جا سکتا۔ قرآن کی ان آیات پر بھی نظر رکھنا چاہیئے جن میں یہ اشارہ موجود ہے کہ حسب احکام و ہدایات عمل نہ کرے تو اللہ اس کو بدل کر اس کی جگہ دوسری قوم کو لائیگا۔

بعض قدیم قوموں کی تباہی کا ذکر قرآن میں متعدد آیتوں میں آیا ہے اور ان کے تباہ کیے جانیکی وجہ بھی ظاہر کی گئی ہے کہ ان کو نافرمانی اور خلاف ہدایت عمل کرنے کی سزا دی گئی [1]

[1] انگلستان کے ایک بہت بڑے شاعر ملٹن نے جو نہ صرف یورپ کی قدیم اور جدید زبانوں سے بخوبی واقف تھا بلکہ دینیات میں بھی خاص معلومات رکھتا تھا۔ اور قدیم مذاہب کی تاریخ اس کے ذہن میں تازہ تھی۔ قسمت اور ارادہ کے مسئلہ پر اپنے ایک عظیم الشان نظم میں جس کا نام پیارڈ ڈائز لاسٹ یعنے جنت کا کھویا جانا۔ اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

اس میں اللہ فرماتا ہے کہ میں نے اس کو آزاد بنایا کہ وہ جو چاہے کرے۔ اگر عروج پر پہونچا تو اپنی کوشش سے اگر گرا تو اپنے فعل سے۔ یہ وہی کلیہ ہے جس کو قرآن میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے اِنَّ اللہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ الخ۔

بابِ سوّم

چند قرآنی سورتوں کا ذکر جو رسولوں کے نام سے ہیں

سورۂ یونس (مکیہ)

دسواں سورہ الٓرٰ سے شروع ہوتا ہے (مکی سورہ ہے) اور یہ دیکھا جاتا ہے۔ اور چند جو پیغمبروں کے نام پر سے ہیں وہ بھی اسی طرح الٓر سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ہود اور یوسف جو اسی کے بعد آتے ہیں۔

اس میں شروع ہی میں یہ سوال ہے کیا لوگ اس کا عجب کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں میں سے ایک پر وحی اتاری ہے تاکہ وہ لوگوں کو آگاہ کرے۔ اور ایمان رکھنے والوں کو خوشخبری دے۔

کہ ان کے لیے اللہ کے پاس سچائی کے ساتھ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔

تیسری آیت میں یہ بتایا گیا ہے

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ط — یعنی بغیر اس کی اجازت کے کوئی شفیع نہیں ہو سکتا

اس کے بعد اللہ کے کاموں کی کچھ تفصیل دی گئی ہے مثلاً شمس و قمر کو بنانا۔

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ط — تا کہ تم حساب سیکھو ماہ و سال کا۔

يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ط — اور یہ اس کی آیات میں سے ہے جاننے والوں کے لیے۔

اور اسی طرح دن اور رات کا بدلنا وہ بھی آیات میں سے ہے

متقی لوگوں کے لیے۔ اس کے بعد آیت ۷ و ۸ میں ارشاد ہوا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا	مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے ملنے کی خواہش
وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا	اور امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی
وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِیْنَ هُمْ	سے ہی راضی ہیں اور اسی سے ان کو
عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝	اطمینان ہے۔ اور نیز وہ لوگ جو
اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ	ہماری آیتوں سے غافل ہیں ان کے
بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝	رہنے کی جگہ آگ ہے اور وہی ان کے عمل
	کی جزا ہے۔

اس میں بھی وہی سبق ہے جو قرآن پڑھنے والے کو ہمیشہ ملتا رہتا ہے کہ یہ سمجھ کر کہ میں اللہ کے ساتھ ہوں اپنے عمل کو ایسا رکھے کہ جس کو اللہ پسند کرے۔

انیسویں (۱۹) آیت میں یہ معلوم کرایا گیا ہے کہ

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ط

یعنے کل بنی نوع انسان ایک ہی امت تھی بعد اختلاف کر کے وہ علحدہ ہو گئے۔

کل قوموں کے ایک ہی امت ہونے کا تصوّر ایک بہت بڑی چیز ہے جو ہم قرآن سے سیکھتے ہیں اور اس کا ذکر قرآن میں کئی جگہ ہوا ہے۔ مسلمان اس کو ہمیشہ یاد رکھیں تاکہ اختلافی صورتیں ان کے خیال میں نہ آئیں جن سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔

اکتیسویں آیت میں اللہ کو حق بیان کر کے یہ سوال کیا گیا ہے کہ حق کے بعد ضلال یعنے گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔ یعنی جو صحیح ہو اور حق ہو اس سے دور ہونا صحیح راستہ سے دور ہونا ہے۔

اس کے بعد ۳۵ ویں آیت میں یہ بتا کر کہ اللہ حق کے طرف یعنی سچائی کے طرف لیجاتا ہے یہ سوال ہوا ہے۔

قُلِ اللّٰهُ يَهْدِىْ لِلْحَقِّ
اَفَمَنْ يَّهْدِىْٓ اِلَى الْحَقِّ

کہو کہ اللہ حق کے طرف لیجاتا ہے تو پھر کیا وہ جو حق کے طرف لیجاتا ہے

اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ	بلنسبت اس کے جو بغیر ہدایت پانے کے
اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ؕ	ہدایت نہیں کر سکتا زیادہ تر قابل اتباع نہیں ہے۔

یہ بھی ایک بہت بڑا اور موثر اشارہ ہے۔

اللہ سب کو ہدایت کرنے والا ہے چنانچہ پیغمبروں کی بھی اسی نے ہدایت کی ہے جن کو ایسا بڑا درجہ ملا۔

یہ سوچو کہ جب پیغمبر بھی اسی کی ہدایت سے اپنا کام کرنیکے قابل بنے تو وہ کون ہوگا جو اللہ کو ہدایت کرسکیگا۔ یہ مسئلہ بھی اللہ کے واحد اور سب سے اوپر ہونے کی ایک دلیل ہے۔

آیت (۵۷) میں یہ ارشاد ہوا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ	اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب
مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ	کے طرف سے وعظ و نصیحت پہونچی ہے
لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى	اور شفا بھی اس کے لیے جو دلوں میں ہو اور
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝	ہدایت اور رحمت ایمان رکھنے والوں کے لیے

اور آیت (۵۸) میں یہ حکم ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○	کہو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے اس کی عطا سے وہ خوش ہوں وہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے جو انھوں نے جمع کیا ہے۔
اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ	اللہ کو چاہنے والوں کے لیے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ رنج اٹھائیں گے
یونس ۶۲	
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ	یعنے وہ جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کا خوف کرتے ہیں۔
۶۳ "	
لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○	خوشخبری ہے دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کا کہا ہوا نہیں بدلتا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔
۶۴ "	

اس کے بعد ۶۵ ویں آیت خاص توجہ کے قابل ہے اور اس سے مسلمان کے دل کو ایک بہت بڑا سبق ہمت افزائی کا ملتا ہے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝	ان کے یعنی نہ ماننے والوں کے قول سے تم کو رنج نہ ہو۔ کیونکہ یقیناً تمام قوت اور بزرگی اللہ ہی کی ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

جب کہ رسول اللہ کو نہ ماننے والے طرح طرح کی باتیں گستاخانہ طریقہ سے سناتے تھے اور وہ سنکے صبر کرتے تھے اور اپنا کام برابر کرتے جاتے تھے۔ تو کیا اس سے ہمارے دلوں کو ہدایت نہیں ہوتی کہ مخالفین جو کچھ کہیں اور جو کچھ کریں اور جو کچھ تکلیف ہم کو پہنچائیں اس سے ہم نہ رنج کریں نہ خوف کریں اور اس راستہ پر مضبوطی سے قایم رہیں جو قرآن میں ہم کو بتایا گیا ہے۔ ایسوں کے لیے آیات ۸۴ و ۸۵ میں حضرت موسیٰؑ اور ماننے والوں کی مثال دی گئی ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِن
كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ
تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ۝

موسیٰ نے کہا اے قوم اگر تم اللہ پر ایمان
رکھتے ہو تو اس پر توکل کرو اگر تم
مسلمین ہو -

فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا
رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ ۝

تو انھوں نے کہا ہم نے اللہ پر توکل
کیا - اے اللہ ہم کو آزمائش کے واسطے
ظالموں کے حوالے نہ کر دے -

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ
الْكَافِرِينَ ۝

اور اپنی رحمت سے ہم کو کافروں کی
قوم سے بچا -

کیا یہ دعا ہمارے واسطے نہیں ہے؟ جن کو زمانہ کے خرابیو
کا مقابلہ کرنا ہے -
فرعون کے اور اس کی فوج کے غرق ہونے کا واقعہ
بیان کر کے اس کے جسم کو محفوظ رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ وہ بعد

آنے والوں کے لیے آیت ہو۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ	اس دن تیرے بدن کو بچایا جاتا ہے
لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً	(یعنے محفوظ کیا جاتا ہے) تاکہ بعد آنیوالوں
وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ	کے لیے وہ آیت ہو۔ اور اکثر لوگ ہماری
عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ٥	آیتوں یعنے اشاروں سے غافل رہتے ہیں۔

فرعون کے بدن کا غرق ہو کے غائب ہو جانے کے قیاس کی تردید اس آیت سے ہوتی ہے اور اس واقعہ پر تاریخی روشنی پڑتی ہے۔ اس وقت مصر میں اس زمانہ کے مردوں کی نعشیں بچا کے رکھی ہوئی جو موجود ہیں ان میں سے ایک فرعون کی بھی کہی جاتی ہے جسکی نسبت زمانہ حال کی تحقیقات سے یہ امر ظاہر ہوا ہے۔ یہ حیرت کے قابل واقعہ ہے۔ کہ قریب چودہ سو برس قبل قرآن میں اس کا ذکر آگیا اور اب وہ محققین پر ظاہر ہو گیا ہے۔

آیت (۱۰۳) بھی ہمت افزا ہے اور ہر وقت مسلمانوں کے دل میں رہنی چاہیئے۔

ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ
آمَنُوا كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا
نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

پھر ہم نے اپنے رسولوں کو اور ماننے
والوں کو بچایا۔ اور مومنوں کا بچانا
ہم پر واجب ہے۔

سورۂ ہود (مکیہ)

الٓرٰ سے شروع ہوتا ہے۔ تیسری آیت میں یہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔

وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ — اپنے ہر ذی فضل کو اس کا فضل دیتا ہے

اس کے ایک یہ معنی ہو سکتے ہیں ہر صاحب فضل کو اپنا فضل دیتا ہے۔ اور ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر صاحب فضل کو اس کا فضل دیتا ہے۔ یعنی وہ فضل جو وہ شخص دوسروں کو پہونچاتا ہے اس آیت کے مفہوم میں یہ تو مسلم ہے کہ ہر فضل اللہ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اور جس پر وہ اترتا ہے وہ اس کا فائدہ کسی دوسرے شخص کو پہونچا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ ذی فضل کو فضل کا مستحق ہونا چاہیئے۔

پانچویں آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگ اپنے سینوں کو اس

غرض سے بند کر لیتے ہیں کہ گویا اپنے خیالات کو اللہ سے چھپا ئیں لیکن جبکہ اس طرح وہ اپنے کپڑوں کو اپنے پر ڈال لیتے ہیں تب بھی وہ جانتا ہے کیا چھپاتے ہیں وہ اور کیا ظاہر کرتے ہیں کیونکہ وہ دلوں کا حال جانتا ہے یہاں یہ سبق دیا گیا ہے کہ انسان کتنا ہی اپنے دل کے راز کو چھپانا چاہے تو اندر سے نہیں چھپا سکتا۔ اگر انسان اس کو ہمیشہ یاد رکھے کہ ہر خیال اس کا اس کے ذہن کے اندر ہی دیکھا جا رہا ہے اور اس کے اچھا یا برا ہونیکا فیصلہ بھی اس وقت سے ہو رہا ہے تو بُرے خیال کو بُرے عمل کی صورت میں شاید ظاہر ہونے نہ دیگا۔ اس طرح اپنے نفس پر ہمیشہ نگرانی کرتے رہنا انسان کے اعلیٰ فرائض میں ہے۔

ساتویں آیت میں اسی کو اور بھی زیادہ واضح اس بیان سے کر دیا گیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا
وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	سات روز میں اور اس کی حکومت
وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ	پانی پر بھی ہے تاکہ تمہارا امتحان ہو کہ

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا　　تم میں سے کس کا عمل سب سے اچھا ہے۔

اوپر کی آیتوں کو اس کے ساتھ ملا کر دیکھو دل کو یقین ہو جائیگا
کہ اپنے کسی خیال یا کسی عمل کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے اور اس زمین
و آسمان اور اس بر و بحر کے ماحول میں جہاں کہ تم رکھے گئے ہو ہر
وقت ہر چیز سے تمہارا امتحان ہو رہا ہے اور فیصلہ کیا جا رہا ہے
کہ تم میں سے کون اچھا ہے اور کون بُرا ہے۔

آیات ۱۵ و ۱۶ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص دنیا اور اسکی
زینت کا خواہشمند ہو اُس کے لیے اس میں کمی نہیں کیجاتی لیکن آخرت
میں اس کے لیے عذاب ہے اور جو کچھ اس نے دنیا میں کیا تھا
وہ اس کے لیے بیکار ہو جاتا ہے۔

اس سورہ میں حضرت نوحؑ کے طوفان کا واقعہ بھی
بیان کیا گیا ہے جس میں خاص توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ جب
حضرت نوحؑ نے اپنے فرزند کے بچائے جانے کی دعا یہ
کہہ کر کی۔

اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ — کہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے۔

ھود ۵ / ۴۵

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ — تو ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کا عمل غیر صالح ہے۔

ھود ۲ / ۴۶

اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت اس کا مل سکتا ہے کہ کسی پیغمبر کے فرزند کو بھی محض نسبی تعلق کی وجہ سے نہیں بخشا جاتا بلکہ اس کو اعمال کے لحاظ سے۔

اس سورہ میں کئی ایک پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے حضرت نوحؑ سے لیکر حضرت لوطؑ تک اور یہ الفاظ آیت ۸۸ میں حضرت شعیبؑ کے زبان سے کہلوائے گئے ہیں ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ — یعنے میں اور کچھ نہیں چاہتا بجز اصلاح کے جہاں تک کہ کر سکوں۔ مجھے اللہ

اِلَّا بِاللّٰہِ ۝ کی توفیق کے سوائے کچھ نہیں۔

ہود پ۱۲ ۸۸

ہر ایک مسلمان کا یہی خیال ہونا چاہیے کہ اصلاح کی کوشش کرنا اس کا فرض ہے اور دنیا کو اصلاح کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ یعنے نیکیوں سے برائیاں دور ہوتی ہیں۔

پ۱۲ ۱۱۴

یہ بھی سبق انسان کی زندگی کو صحیح راستہ پر لانے کے لیے ہے اور بہت بڑا سبق ہے۔

سورۂ یوسف (مکیہ)

الٓـرٰ سے شروع ہوتا ہے۔ اس سورہ میں واقعات زیادہ ہیں۔ اور ہر واقعہ عبرتناک ۔

زلیخا کا واقعہ جس سے حضرت یوسف علیہ السّلام کی پاک طبیعت کا بہت سخت امتحان ہوا۔ یہ بہت بڑا سبق ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السّلام کے صبر سے جو سبق ملتا ہے وہ بھی ایک عجیب سبق ہے۔ حضرت یوسف علیہ السّلام کی دعا آیت (۱۰۱) کے آخر میں یہ ہے۔

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ؎ — اور یہی ہر مسلمان کے واسطے ہے

؎ اس سورہ میں کئی قصوں کا مواد ہے لیکن میں نے انکا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ جامی کی نظم یوسف زلیخا ایک مشہور کتاب ہے اور شاالیقین

سورہ ابراہیم (مکیہ)

جو الٓر سے شروع ہوتا ہے پہلی ہی آیت میں قرآن مجید کو اپنے رسولؐ پر اتارنے کی ضرورت اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرما دی

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ	تاکہ لوگوں کو تم اندھیرے سے روشنی کی طرف لیجائیں۔ یعنے اللہ کے راستہ کی طرف۔

اس کو پڑھ سکتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مقدس مصنف نے کس کس پہلو سے اس عبرتناک واقعہ پر نظر ڈالی ہے جس کی نسبت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مشہور شعر یہ ہے ؎ من ازاں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم + کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را + حضرت یعقوبؑ کے صبر جمیل و

قرآن کو بھیجنے کی اصلی غرض جو یہاں بتائی گئی ہے اس کو چھوڑ کر اور چیزوں کے طرف جانے کی مسلمان کے دل کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس جامع اور کامل طریقہ سے جو اصل غرض بتادی گئی ہے اسی کی تفصیل ان تمام آیتوں میں ملتی ہیں جو نفس کے ہدایت کے لیے ہیں۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ زندگی کے مختلف موقعوں کے لحاظ سے متعدد ہدایات ہوئی ہیں لیکن وہ سب اس کلیہ سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کے باہر نہیں جاتیں۔ آیت (۴) میں یہ ارشاد ہوا ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ؕ	یعنے ہم ہر رسول کو اپنی قومی زبان میں بیان کرنے کے لیے (یعنے سمجھانے کے لیے) بھیجتے ہیں۔

امید دل جو پوری ہوئی اس کی نسبت بھی حافظؒ کا ایک مصرع۔ یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور۔ انسان کے دل کے لیے ایک شمع ہدایت ہے۔

اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کا کام سمجھانا ہے اور قوم کا کام سمجھنا ہے۔ اگر یہ کام نہ ہوا تو کچھ بھی نہ ہوا۔ قرآن مجید قوم عرب میں عربی رسول پر عربی زبان میں اتارا گیا اور اس نے اپنا کام کر دکھایا جس سے اسلامی دنیا بنی۔

ان واقعات کو اگر ہم نظر انداز کریں یا ان سے بے پرواہ ہو جائیں تو ہم یقیناً قرآن کی بے حرمتی کے مجرم ہوں گے جیسا کہ اس وقت ہزاروں مسلمان کر رہے ہیں جو قرآنی الفاظ زبان سے تو نکالتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں اور شاید سمجھنا چاہتے بھی نہیں۔

باب چہارم

تمہید

یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے چند اور قرآنی
سورتوں کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا جائے اور
مکی اور مدنی سوروں کے طرز بیان وغیرہ میں مجھے جو فرق
معلوم ہوتا ہے اس کو بھی ظاہر کر دیا جائے۔
مدنی سوروں کے طرز بیان میں ایک خاص کیفیت
ہے ایک عرصہ تک ان دونوں پر غور کرنے سے وہ فرق
زیادہ نمایاں ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب کسی سورت
کے مضمون کو سن کر اس پر سے میں قیاس کر سکتا ہوں
کہ مکی سورہ ہے یا مدنی۔ مکی سوروں میں دل کی رہنمائی

کے لیے ہدایات و اشارات زیادہ پائے جاتے ہیں اور طرزِ
بیان میں بھی اختصار اور سادگی اور روشنی زیادہ محسوس
ہوتی ہے اور اس کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے کیوں کہ مکی زمانہ
تعلیم نفس کا تھا۔ مدنی سوروں میں واقعاتِ حاضرہ
کا بیان زیادہ ہے۔ اور طرزِ بیان عموماً وعظ کا ہے جس سے
یہ تصوّر پیدا ہوتا ہے کہ امت یعنے قوم کو جو بنائی جارہی
تھی ایک گروہ قرار دیکر مخاطب کیا جارہا ہے۔

اب میں چند سورتوں کا ذکر کرتا ہوں جن پر
غور کرتا رہا ہوں۔

سورۂ فرقان (مکیۃ)

اس میں علاوہ ان خصوصیات کے جو مکی سوروں میں پائی
جاتی ہیں ایک خاص کیفیت ہے جس کا اثر دل پر ہوتا ہے
جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اس سورہ کے شروع ہی

میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ یعنے رسول پر فرقان کو اتارا تاکہ وہ دنیا میں رہنے والوں کو آگاہ کرے وہ اللہ جس کی حکومت آسمان اور زمین پر ہے جس کا کوئی قرابتدار نہیں ہے جس کے حکومت میں شریک نہیں ہے! اور وہ اللہ جس نے ہر چیز کو ایک اندازہ سے پیدا کیا - یہ مضمون پہلی دو آیتوں کا ہے -

تیسری آیت میں یہ ذکر ہے کہ

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ	لوگ اس اللہ کے سوائے دوسروں
اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا	کو اللہ مانتے ہیں جنھوں نے کوئی چیز
وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ	پیدا نہیں کی اور خود پیدا کیئے ہوئے
لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّ	ہیں اور جن کو خود اپنے نفس پر نقصان
لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً	یا نفع کا کوئی اختیار نہیں ہے اور نہ
وَّلَا نُشُوْرًا ۝	موت و حیات پر ہے اور نہ مردوں کو اٹھانے کی
	قدرت رکھتے ہیں -

اس کے بعد یہ بتلایا گیا ہے کہ انکار کرنے والے قرآن کی

نسبت کہتے ہیں کہ وہ ایک بنائی ہوئی جھوٹ ہے جس میں غیر قوم والوں نے ان کی یعنے رسول اللہ کی مدد کی ہے۔

یہ بالکل غلط اور ناواجبی بیان ہے آیات (۴ و ۵) کا مضمون یہ ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں یہ تو اساطیر الاولین (یعنے پرانے قصے) ہیں جو انھوں نے لکھوائے ہیں اور ان کو صبح و شام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ اس کی تردید میں صرف یہ ایک آیت (۶) سے کام لیا گیا ہے۔ اور وہ اس قدر موثر و کافی ہے کہ اور کسی بیان و دلیل کی اُس کے ساتھ ضرورت نہیں ہے۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ	مطلب یہ ہے کہ تم یہ کہو کہ اُس کو یعنے قرآن
السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	کو اُس نے اتارا جو آسمان و زمین کے ہر راز کو
اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝	جانتا ہے۔ اور غفور اور رحیم ہے۔

اس کے بعد انکار کرنیوالوں کے اور چند اعتراضات

بیان کیے گئے ہیں مثلاً یہ کیسے رسول ہیں کہ کھانا کھاتے ہیں اور بازاروں میں پھرتے ہیں کیوں ان کے پاس کوئی فرشتہ نہیں بھیجا جاتا کہ ان کے ساتھ رہ کر آگاہ کرے اور کیوں ان کو کوئی خزانہ نہیں دیا جاتا۔ اور کیوں ان کو کوئی باغ نہیں ملتا جس کا میوہ کھائیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تم اتباع کر رہے ہو ایک ایسے شخص کی جس پر جادو کا اثر ہوا ہے رَجُلاً مَّسْحُوْرًا ؕ اس کی تردید میں بھی چند صاف سیدھے الفاظ سے کام لیا گیا ہے۔

آیت (۹) اُنْظُرْ دیکھو كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ تمہاری نسبت کیسی مثالیں دیتے ہیں فَضَلُّوْا گمراہ ہیں فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ؕ اور ان کو راستہ نہیں ملتا ہے۔

یہ سادگی بیان کی اور کسی قسم کی دلیل سے کام نہ لینا اس سے پڑھنے والے کا دل ایسی قوت کا اعتراف کرتا ہے جو طویل اور مدلل بیان سے محسوس نہ ہوتی۔ قرآنی طرز بیان کی ایک نمایاں خصوصیت یہ پائی جاتی ہے کہ نہایت اختصار اور سادگی کے ساتھ ایک بڑے مضمون کو ایک اشارہ کے طور پر اس طرح ادا کر دے کہ عقل اس کو

فوراً سمجھ لے اور دل بلا تامل قبول کر لے۔ جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ یہ کیسے رسول ہیں ان کو یہ سنایا گیا ہے کہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ	تم سے پہلے کسی ایسے رسول کو نہیں بھیجا
الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ	کہ وہ کھانا نہ کھاتے تھے۔ بازاروں
لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ	میں نہیں پھرتے تھے
فِي الْاَسْوَاقِ ط	

فرقان س ۲۰ ع

اور اس اعتراض کا کہ فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے اور ہم کو اللہ کیوں نہیں نظر آتا اس کا جواب آیت (۲۲) میں یہ دیا گیا ہے

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا	جس روز فرشتوں کو دیکھیں گے وہ مجرموں
بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ	کے لیے خوش خبری کا دن نہیں ہوگا اور وہ
وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝	اعتراف کریں گے کہ اب کچھ باقی
س ۲۲ ع	نہیں رہا ۔

اس دن نہ ماننے والوں کے کام مٹا دیے جائیں گے اور جو لوگ جنت کے قابل ہوں گے وہ اچھے رہیں گے۔

اس کے بعد ایک آیت آئی ہے جس میں ایک ایسا امر ظاہر کیا گیا ہے جو اور کسی طرح سے انسان کے ذہن میں نہیں آسکتا تھا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا

اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے پیچھے مجرمیں میں سے چند دشمن لگا دیے ہیں لیکن اللہ ہدایت و مدد کے لیے کافی ہے۔

فرقان ۳۱ سیں ۳

ایک دوسری بہت بڑی چیز یہاں بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن سب ایک ہی وقت میں کیوں نہیں اتارا گیا۔ یہ اعتراض نہ ماننے والوں کا تھا۔ اور اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ

اور نہ ماننے والوں نے کہا کہ کیوں ان پر پورا قرآن ایک ہی دفعہ

جُمۡلَةً وَّاحِدَةً ج نہیں نازل ہوا ۔

فرقان س ۳۲ ع ۲

اس کا یہ جواب دیا گیا ہے ۔

کَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلۡنٰهُ تَرۡتِيۡلًا ○ ایسا اس لیے کیا گیا کہ تمہارے دل کو اس سے قوت دیتے جائیں اور اسی لیے تھوڑا تھوڑا بھیجا گیا ۔

رر س ۳ ع ۲

اس میں نہ صرف ایک واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ ضمناً یہ ہدایت بھی پائی جاتی ہے کہ قرآن کو پڑھنے میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے ۔ یعنے تھوڑا تھوڑا سمجھ کر تاکہ دل مضبوط ہوتا جائے ۔ اور اس خیال کو دور کرنے کے لیے بھی کافی ہے کہ ترتیل کے معنیٰ خوش الحانی نہیں ہے ۔

اللہ نے اپنے رسول سے پوچھا ہے ۔

اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ کیا تم اس کو دیکھتے ہو جو اپنی خواہش

هَوٰىهُ ط اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝

کو اپنا اللہ بنا تا ہے اور کیا تم اسکے وکیل یعنے کارساز بنتے ہو۔

فرقان ۳ ۴۳

اس سے ظاہر ہے کہ رسول ایسے لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکتے جو اپنے اعمال سے اللہ کے غضب کے مستوجب ہوتے ہیں پس کیا ہم یہ باور کرنے کے مجاز ہیں کہ رسول ایسے لوگوں کی شفاعت کریں گے آیت (۴۴) میں پہلے تو یہ سوال کیا گیا ہے ۔

اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ط

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں۔

رر ۴۴

اور جواب یہ دیا گیا ہے ۔

اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

وہ صرف جانوروں کے مثل ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ۔

رر ۴۴

آجکل جب کہ مسلمانوں میں مذہب سے بے پروائی اور گمراہی اور بد اعمالی بڑھتے بڑھتے نہایت شرمناک اور افسوسناک حد تک پہونچ گئی ہے۔ اس آیت کی زد مثل ایک کوڑے کے ہے۔ بشرطیکہ ہم میں کچھ بھی احساس باقی ہو۔

اس زمانہ میں مسلمان نہ سمجھنے اور نہ پروا کرنے سے تباہ ہو رہے ہیں۔ اور تباہی سے بڑھ کر ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور یہ سب اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے بھی امید کا دروازہ توبہ کی شکل میں کھلا رکھا گیا ہے اور ان کو عمل صالح کے ذریعہ سے اپنے آپ کو خرابی سے بچالے کا موقع دیا گیا ہے۔

إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

پ ۱۹ ع ۷

لیکن جنھوں نے توبہ کیا اور ایمان لایا اور عمل صالح کیا ان کے لیے اللہ ان کی بد اعمالیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ غفور اور رحیم ہے۔

آیت (۷۲) میں نیک بندوں کی چند خصوصیات یہ بھی بیان کی گئی ہیں کہ وہ

(۱) جھوٹی شہادت کی تائید نہیں کرتے۔

(۲) اور جب کسی بے ہودہ عمل کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہاں سے بزرگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ٥

ر ۲ ۷۲

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ سورۂ فرقان کی خصوصیت ایک یہ بھی ہے کہ اس کی آیات (۶۸ و ۶۹ و ۷۰) قبا میں نازل ہوئیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ چندے قیام فرمایا۔ اور مسجد قبا کی تعمیر کے لیے بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا۔

سورۂ زمر (مکیّہ)

سورۂ زمر بھی مکّی سوروں میں سے ہے لیکن آیات (۵۳ و ۵۴) کے متعلق بعضوں کا یہ خیال ہے کہ وہ مدینہ میں نازل ہوئیں وہ یہ ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا	کہو اے میرے بندو جنھوں نے
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا	اپنے نفس پر زیادتی کیے۔ اللہ کی
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ	رحمت سے مایوس نہ ہوں۔
اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	اللہ بے شک معاف کرے گا
جَمِيْعًا ؕ	سب گناہوں کو۔
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ	اور وہ غفور اور رحیم ہے۔

زمر ۳۹ ۵۳

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ	اور اپنے رب کی طرف پلٹو (تائب ہوکر)
وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ	اور اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دو
اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ	قبل اسکے کہ عذاب کا دن آپہونچے۔
ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝	ورنہ تمہاری امداد نہیں کی جائیگی

زمر ۵۴ س

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ	ہم نے تم پر کتاب اتاری ہے بالحق
بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا	عبادت کرو اللہ کی اور دین کو خالص
لَّهُ الدِّيْنَ ۝	رکھو اس کے واسطے۔

س ۲ ۲

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ	دیکھو دین خالص اللہ کے واسطے ہی ہے

س ۳ ۲

اور ساتویں آیت میں یہ ارشاد ہوا ہے۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ	اگر تم اس کے احسان کو شکر کے ساتھ نہ مانو تو اس کو اسکی پروا نہیں وہ بے پروا ہے۔

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ — لیکن اپنے بندوں کی طرف سے ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔

وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ — اگر شکر کرو تو تم سے راضی ہوتا ہے۔

زمر ۲

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ — اے میرے بندو جو ایمان رکھتے ہو دل میں خوف رکھ کر اللہ کی عبادت کرو۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ — جو اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں اُن کے لیے اچھا ہے

اس کے بعد کی آیتیں بھی ہمیشہ مسلمان کے دل میں رہیں ان میں رسول اللہ کو جو حکم ہوا ہے وہ ہر مسلمان کے لیے ہے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ — کہو مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں دین کو اپنے دل میں اس کے لیے خالص رکھ کر اور سب سے پہلے اس کے حکم کو میں تسلیم کرنے والا ہوں۔

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝	کہو کہ مجھے خوف ہے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھ پر بڑا عذاب ہوگا۔
زمر ۳۹ / ۱۳	
قُلِ اللّٰهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِينِي ۝	کہو کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اپنے دین کو اس کے واسطے خالص رکھکر۔
زمر ۳۹ / ۱۴	

یہ چند آیتیں اگر ہمیشہ ہر مسلمان کے دل میں رہیں تو یہی خود ایک خالص عبادت ہوگی۔

اس کے بعد مسلمان کی رہنمائی کے لیے اٹھارویں آیت میں ایک بہت مفید اور مؤثر اشارہ ہوا ہے یعنے یہ کہ قرآنی قول کو سنکر ہم اس سے کیا حاصل کریں۔

اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط	جو قرآنی قول کو سنکر عمل کرنے کے لیے اس میں سے وہ لیتے ہیں جو حسن یعنے بہت اچھا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ○

وہ وہی ہیں جن کو اللہ ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ سمجھ رکھنے والے ہیں۔

زمر ۱۸

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سمجھ رکھنے والے مسلمان کو کس طور سے قرآن کو سننا اور سمجھنا اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ بغیر سمجھے سن لینے کی اجازت اس میں نہیں ہے۔ پس جو یہ خیال کر لیں کہ مطمئن ہو جائیں کہ بغیر سمجھے سن لینا کافی ہے۔ وہ اللہ کے ہدایت کیے ہوئے لوگوں میں اور اولوالالباب یعنے سمجھداروں میں نہیں شمار کیے جا سکتے۔

اس کے بعد کی آیتوں میں اللہ کی قدرت کے چند کاموں کا ذکر کر کے کہ آسمان سے زمین پر پانی اتارتا ہے اور اس سے زمین کے اندر چشمے جاری ہوتے ہیں اور اس پانی سے مختلف رنگوں کے زرعتی چیزیں پیدا ہوتی ہیں یہ ارشاد ہوا ہے کہ ان میں سمجھدار لوگوں کے لیے اللہ کی قدرت کی یاد دہانی ہے اور اس کے بعد ہی یہ نہایت پر اثر آیت آئی ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ	وہ جس کے سینہ کو اللہ نے اسلام کے
لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ	لیے کھولدیا ہے وہ اس روشنی میں ہے
مِّنْ رَّبِّهٖ	جو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔
فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ	خرابی ان لوگوں کے لیے ہے جن کے دل
مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ	ایسے سخت ہوگئے ہیں کہ وہ اللہ کو یاد
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝	نہیں کرتے۔ ایسے لوگ گمراہی میں ہیں۔
س زمر ۲ ۲۲	
اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝	تم مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے
ر ۲ ۳۰	والے ہیں۔

یہ رسولؐ کو کیوں یاد دلایا گیا۔ اگر ہر انسان اس کو اپنے دل میں رکھ کر ہر وقت یاد کرتا رہے تو کتنی غلطیوں اور بیجا عمل اور گناہوں سے بچ سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہ

وَالَّذِيْ جَاۗءَ بِالصِّدْقِ	جو صدق یعنے سچائی کو لیکر آتا ہے

وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ	اور اس پر اعتقاد رکھتا ہے وہ
الْمُتَّقُوْنَ ۝	متقیوں میں سے ہے۔

زمر ۳۹ ۳۳

اس کے بعد ایک دو آیتوں میں نیکی کی جزا کا ذکر کر کے

یہ سوال کیا گیا ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ	کیا اللہ اپنے بندہ کے لیے (یعنے اس کی
وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ	حفاظت کے لیے) کافی نہیں ہے اور تم
مِنْ دُوْنِهٖ وَمَنْ یُّضْلِلِ	کو خوف دلاتے ہیں دوسروں کا جو اللہ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝	کے سوا ہیں جس کو اللہ گمراہ ہونے
زمر ۳۹ ۳۶	دیتا ہے اس کی کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔

مسلمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب اللہ اس کیساتھ

ہے تو کسی اور کا کوئی خوف نہیں۔ اپنا عمل صالح ایسا رکھے کہ اللہ

اس کے ساتھ ہو۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ — ہم نے تم پر یہ کتاب بالحق اتاری ہے

لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَىٰ — لوگوں کے واسطے۔ پس جس نے

فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا — ہدایت پا کر اس پر عمل کیا اس کا

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَا أَنْتَ — فائدہ اسی کے نفس کے لیے ہے

عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝ — اور جو گمراہ ہوا اس کی گمراہی کا اثر بھی

س زمر ۴۱ — اسی کے نفس پر ہے۔ اور تم ایسے لوگوں کے

وکیل نہیں ہو۔

دیکھو یہ منظر کیسا عظیم الشان ہے جو یہاں بتایا جاتا ہے۔

وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ — کل زمین اس کے ہاتھ میں ہوگی قیامت

يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ — کے روز اور سب آسمان اس کے

مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ ...... ۝ — سیدھے ہاتھ میں ہوں گے لپیٹے

س ر ۶۷ — ہوئے۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ — اور جب صور کی آواز ہوگی تو

مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ — سب جو زمین و آسمان میں ہے

فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ہُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ○ زمر ۶۸

بے ہوش ہو جائیں گے بجز اس کے کہ اللہ اور کچھ چاہے - پھر دوسری دفعہ صور کی آواز ہوگی اور وہ سب اٹھ کھڑے ہونگے انتظار کی حالت ہیں -

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّہَا وَ وُضِعَ الْکِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّہَدَآءِ وَقُضِیَ بَیْنَہُمْ بِالْحَقِّ وَہُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○ زمر ۶۹

اور زمین روشن ہوگی اللہ کے نور سے اور کتاب سامنے رکھی جائیگی اور نبیوں اور شہدا کو سامنے لایا جائیگا - اور ان کے مابین فیصلہ کیا جائیگا - اور کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا -

وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَہُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ○ زمر ۷۰

اور ہر نفس کو پوری جزا دی جائیگی اُس عمل کی جو اس نے کیا تھا - اور اللہ سب سے بہتر جاننے والا ہے ان کے عمل کو -

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	اور انکار کرنے والوں کو ٹکڑیوں
اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى	میں جہنم کے طرف لیجایا جائیگا۔
اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ	جب وہ وہاں پہونچیں گے تو دروازے
اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ	(جہنم کے) کھل جائیں گے اور وہاں کے
خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ	محافظ ان سے کہیں گے کیا تمہارے
مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ	پاس تمہیں میں سے کوئی رسول نہیں آیا۔
اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ	اللہ کے آیات تم کو پڑھ کے سنانے کو
لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا	اور تم کو اس دن سے آگاہ کرنے کو جو
بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ	اس کے سامنے آنے کا ہے۔ وہ کہیں گے
الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝	ہاں ...... اور نہ ماننے والوں
س ٢٤ ر ٧١	پر عذاب کا حکم صادق آئیگا۔
وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ	اور اللہ سے خوف کرنے والوں کو
اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى	ٹکڑیوں میں جنت کے طرف لیجایا
اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ	جائیگا اور جب وہ وہاں پہونچیں گے

أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا
سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا
خَٰلِدِينَ ۝

تو جنت کے دروازے کھل جائیں گے
اور محافظین ان سے کہیں گے تم پر
سلام تم نیکی پر رہے اس لیے جنت
میں داخل ہو وہاں رہنے کے لیے۔

زمر ۷۳

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا
الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ
الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ
أَجْرُ الْعَٰمِلِينَ ۝

اور وہ کہیں گے حمد اللہ کا جس نے
ہمارے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا اور
ہم کو وارث بنایا اس زمین کا
جس کے باغ میں ہم جہاں چاہیں رہیں گے
کیا خوب جزا ہے نیک عمل کرنے والوں کی۔

ر ۷۴

وَتَرَى الْمَلَٰئِكَةَ حَافِّينَ
مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ

اور فرشتوں کو تم دیکھو گے اللہ کے
تخت کے اطراف جمع ہیں اور اپنے
رب کے حمد و ستائش میں مشغول ہیں۔
اور ان کے درمیان بھی بالحق فیصلہ

ـا رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

زمر س ۵ ع ۲

کیا جائیگا - اور کہا جائیگا الحمد للہ رب العالمین -

باب پنجم

سورۂ زمر کے بعد اور سات مکی سورتوں کا سلسلہ ہے جو حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ ساتوں مسلسل آئی ہیں اور یہ مانا گیا ہے کہ اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے نازل ہوئے۔ اور یہ خصوصیت قابل ذکر ہے۔

ان سب سورتوں کے نہ صرف مضامین میں بلکہ طرز بیان میں بھی مشابہت پائی جاتی ہے اور ایک خاص اثر ان کا پڑھنے والے کے دل پر ہوتا ہے۔ ان سات سورتوں کو اگر کوئی اچھی طرح سمجھ کر اپنے یاد میں محفوظ رکھے تو میں سمجھتا ہوں کہ قرآنی تعلیم کا خلاصہ اس کے دل میں رہیگا۔ اس سلسلہ میں

۱
پہلا سورہ المؤمن ہے جسکے نو رکوع پچاسی آیات ہیں۔

دوسرا سورہ السجدہ یا فصلت ہے۔ اس کے
چھ رکوع اور (۵۴) آیات ہیں۔
تیسرا سورہ الشوریٰ ہے۔ اس کے پانچ
رکوع اور (۵۳) آیات ہیں۔
چوتھا سورہ الزخرف ہے۔ جسکے سات
رکوع اور (۸۹) آیات ہیں۔
پانچواں سورہ الدخان ہے۔ اس کے تین
رکوع اور (۵۹) آیات ہیں۔
چھٹا سورہ الجاثیہ ہے۔ اس کے چار
رکوع (۳۷) آیات ہیں۔
ساتواں سورہ الاحقاف ہے۔ اس کے
چار رکوع اور (۳۵) آیات ہیں۔

سلسلہ حم۔

سورۂ المومن

یہ سورہ جن آیات سے شروع ہوتا ہے ان میں

اللہ تعالےٰ کے ان اوصاف کی جو کسی اور میں نہیں ہو سکتی ایک دو لفظوں میں صراحت کی گئی ہے۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ	بخشنے والا گناہوں کا۔ قبول کرنے والا
شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ	توبہ کا۔ سختی سے پیچھا کرنے والا
مومن ۲ س	اور نعمت عطا کرنے والا۔

اور یہ بتایا گیا ہے کہ انکار کرنے والا جو اس کی آیتوں کو نہیں مانتے ان کو سزا ملتی ہے اور ایمان رکھنے والوں کو یہہ خوش خبری دی گئی ہے۔ کہ فرشتے ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ	جو کہ تخت کو اٹھائے ہوئے ہیں اور
وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ	اس کے اطراف میں ہیں حمد کے ساتھ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ	اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پہ
بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ	ایمان رکھتے ہیں اور ایمان رکھنے

اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ	والوں کے لیے مغفرت چاہتے ہیں
شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَا	اے ہمارے رب تو ہر چیز کو اپنی رحمت
غْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا	اور اپنے علم سے گھیرے ہوئے ہے تو ان لوگوں
سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ	کو جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے راستہ پر
مومن س ۲/۷	چلتے ہیں بخشدے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ	اے ہمارے رب داخل کر ان کو ہمیشہ
عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ	رہنے والے باغوں میں جن کا وعدہ
وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ	ان سے کیا ہے۔ اور ان کے ماں باپ
وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ	اور ازواج اور اولاد سے جو صلاح
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ	کے راستہ پر آئے ہوں۔ تو عزیز الحکیم ہے۔
س ۲/۸	

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ	اور گناہوں سے ان کو بچا۔ جن کو تو
تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ	گناہوں سے بچاتا ہے اس پر اس روز
فَقَدْ رَحِمْتَهٗ وَذٰلِكَ	بڑی رحمت کرتا ہے اور یہ بڑی فوز

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ عظیم ہے۔

اس کے بعد پندرھویں آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ رفیع الدرجات ذو العرش ہے یعنے درجوں کو بلند کرنے والا صاحب تخت یعنے صاحب حکومت ہے۔

يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ	وہ اپنے حکم سے روح کو یعنی وحی کو اپنے
مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ	جس بندہ کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے
لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝	تاکہ وہ ملنے کے دن سے لوگوں کو آگاہ کرے

س مومن ۲ / ۱۵

اللہ کی قدرت اور رسولوں کے کام کا اشارہ کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ

اَلْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا	ہر نفس کو اس کا بدل دیا جائیگا جو
كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ	اس نے کیا ہو کسی پر کوئی ظلم
إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝	نہیں کیا جائیگا۔ اللہ جلد حساب

س ۲ / ۱۷ کرنے والا ہے۔

اس کے بعد کی آیتوں میں یہ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی آیات لیکر اور اس کے حکم سے جب فرعون وہامان اور قارون کے پاس بھیجے گئے تو انھوں نے کہا ساحر کذّاب یعنے جادوگر اور جھوٹا۔

اور اگرچہ حق کا پیام لیکر گئے تھے انھوں نے کہا کہ ان کے ساتھ ماننے والوں کے لڑکوں کو قتل کرڈالو اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے رب کے پاس پناہ لیتا ہوں۔ اس حالت میں اللہ کی قدرت سے ایک شخص ایمان رکھنے والا جو خود فرعون کے خاندان سے تھا لیکن اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا تھا۔ سامنے آیا اور یہ کہا کہ کیا تم ایک شخص کو اس وجہ سے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس بینات لیکر تمہارے اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہو تو جھوٹ کا اثر اسی پر ہوگا اور اگر سچا ہے تو تم پر وہ مصیبت آئیگی جس سے تم کو آگاہ کیا گیا ہے۔

اس موقع پر اسی آیت کے آخری الفاظ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ خاص توجہ کے قابل ہے یعنے اللہ اسکی ہدایت نہیں کرتا جو مسرف یعنی حد سے بڑھ جانے والا اور جھوٹا ہو۔ جس شخص میں یہ صفات ہوں اس کی نسبت یہ نہیں باور کیا جا سکتا کہ اللہ اس کی ہدایت کر رہا ہے۔ کیوں کہ ظاہر ہے کہ اللہ جس کی ہدایت کرتا ہے وہ ایسا نہیں ہوتا۔ اس سے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ اللہ کے حکم سے ایک قوم کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے ان کا مسرف اور کذاب ہونا عقل باور نہیں کر سکتی یعنے ان کی نسبت یہ ماننا لازم آتا ہے کہ وہ ایک بڑا کام کرنے کے لیے اللہ کے طرف سے مامور ہوئے تھے اور ایک ایسے شخص سے کہلوایا جاتا ہے جو آل فرعون سے تھا لیکن ایمان رکھنے والا (مومن) اسی وجہ سے اس سورہ کا نام اَلْمُؤْمِنُ رکھا گیا

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنا آخر یہی اس کی تباہی کا باعث ہونا۔ ان مختصر الفاظ میں قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ اور اس طرح فرعون کا غلط عمل اس کو

سُوْءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝ [1]	اچھا معلوم ہوا اور وہ صحیح راستہ سے روکا گیا اور اس کا منصوبہ اور اس کی کوششیں سب اسی کی تباہی کا باعث ہوئیں۔

مومن ۲ رکوع

اس سورہ میں مومن نے جو جو ہدایت اپنی قوم کو کی ہے وہ سب ہر مومن کے دل میں رہنی چاہئیے۔ آیت ۴۴ میں یہی اشارہ ہے ۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ	پس جلد یاد کروگے جو کہ میں نے تم کو کہا ہے اور میں اپنے معاملہ کو اللہ کے

---

[1] یہ آیت وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ گزشتہ جنگ عظیم کے دوران میں ایک عجیب طریقہ سے میرے دل میں ڈالی گئی سنہ ۱۹۴۲ئ میں جبکہ ہٹلر کی قوت عروج پر تھی اور اس کے سامنے یورپ کی کئی حکومتیں سرنگوں تھیں اور ہر روز یہ خبر آتی تھی کہ آج اور ایک ملک اس کو ملا اور کسی طرح یہ خیال بھی نہ ہو سکتا تھا کہ اس کی قوت ٹوٹیگی ایسے وقت ایک روز نماز مغرب میں جب کہ میں انجمن علم و عمل

إِلَى اللهِ ۭ إِنَّ اللهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ — سپرد کرتا ہوں اور وہ یقیناً اپنے بندوں پر نظر رکھنے والا ہے۔

مومن ۴۴

روحِ ایمان یہی ہے"۔

اس سورہ کے آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ قوموں کے پاس جب رسولؑ آئے اور بینات پیش کیے تو ان قوموں نے اس علم پر ناز کر کے جو کہ ان کے پاس تھا رسولوں کے پیام کو حقارت سے رد کر دیا۔ اور اس کی سزا پائی۔ کیا یہی حالت آجکل ہماری دنیا کی نہیں ہے۔

کی مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھڑا ہوا تھا یکایک اس آیت کے الفاظ کی آواز میرے کان میں آئی۔ اور نماز کے بعد محمد امین بغدادی سے جو اس وقت پیش امام تھے میں نے صرف اتنا کہا کہ دیکھو یاد رکھو کہ یہ خبر ہٹلر کی نسبت ہے۔ میرے دل میں کوئی شبہ باقی نہ رہا اور اگرچہ اس کے بعد تین سال گزرے لیکن وہی ہوا جو قرآن نے میرے دل میں ظاہر کیا تھا۔

سورہ سجدہ یا فصلت

اس سورہ کے شروع میں قوم کی طبیعت کا حال بتایا گیا ہے کہ

فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝	کہ وہ نہ سن کر پلٹ گئے ۔
سجدہ س ۲ ع	
وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝	اور کہا ہمارے دل اس سے محفوظ ہیں جسکے طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہمارے کانوں میں وزن ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے۔ پس تم اپنا عمل کرو ہم اپنا عمل کریں گے ۔
ر س ۲ ع	
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ	کہہ میں بھی مثل تمہارے ایک بشر ہوں

يُوحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط — لیکن مجھے وحی سے معلوم کرایا گیا ہے کہ تمہارا اللہ ایک ہے اسی کی طرف سیدھے راستہ سے جاؤ اور اس سے معافی چاہو۔

سجدہ ۲

اسکے بعد آٹھویں آیت میں اس کا اجر بتایا گیا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ — جو ایمان رکھنے والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں ان کے لیے ایسا اجر ہے کہ جو ختم نہ ہوگا۔

اس کے بعد ہماری نظر کے سامنے زمین و آسمان کے بنائے جانے کا اور اس میں ہمارے لیے نعمتیں رکھی جانے کا ایسے مختصر اور جامع طریقہ سے بیان ہوا ہے کہ ان آیات کے الفاظ خود بخود دلوں میں اپنے لیے جائے پیدا کر لیتے ہیں اور جو منظر ہمارے سامنے لاتے

ہیں وہ کبھی دل سے دور نہیں ہو سکتا۔

قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

کہو کہ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کیا اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہو۔ وہی تو رب العلمین ہے۔

سجدہ ۹

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ ۝

اور اسی نے زمین کے اوپر پہاڑ رکھے اور اس میں برکت پیدا کی اور اس میں ایک اندازہ سے پرورش کی چیزیں چار روز میں پیدا کیے سب مانگنے والوں کی ضرورت کے لیے۔

سجدہ ۱۰

ان آیتوں میں اگرچہ دو روز اور چار روز کا ذکر ہے لیکن یہہ

سمجھنا چاہیئے کہ یہ حساب اللہ کے پاس کا ہے ہمارے پاس کا نہیں ہے۔ آیت گیارہ میں بھی ذکر ہے۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰٓ اِلَى السَّمَآءِ	پھر آسمان کی طرف رخ کیا جو مثل
وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا	دھوئیں کے تھا اور اس کو اور
وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ	زمین کو کہا آؤ خواہ تم چاہو یا نہ
كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا	چاہو۔ پس دونوں نے کہا ہم آتے
طَآئِعِيْنَ ○	ہیں مطیع ہو کر۔

س ۲ ۱۱

اس آیت میں لفظ ثُمَّ سے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ جس کے معنیٰ پھر ہیں زمین و آسمان کے یکے بعد دیگرے بنائے جانے کا سلسلہ ظاہر کرتا ہے لیکن ایسا خیال صحیح نہ ہوگا۔ ثُمَّ کے معنی قرآن میں پھر کے علاوہ اور کے بھی ہیں یعنے ایک دوسرا مضمون بیان کیا جاتا ہے۔ اس کو یاد رکھنا ضروری ہے ورنہ یہ خیال پیدا ہونا ممکن ہے کہ یہاں زمین و آسمان کے بنائے جانے کا

سلسلہ بہ لحاظ وقت یعنے یکے بعد دیگرے بیان کیا جا رہا ہے۔ ایسا نہیں بلکہ کیا کیا بنایا گیا اور کتنے دن میں بنایا گیا فقط یہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

س سجدہ ۱۲

اور ان کو سات آسمان بنایا دو روز میں اور ہر آسمان میں اس کے کام کی نسبت (وحی سے) حکم پہونچایا۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ہم نے اس آسمان کو جو دنیا کے اوپر ہے آراستہ کیا (یعنے روشن) چراغوں سے اور اسکی حفاظت بھی کی۔ یہ سب اس کے حکم سے قرار پایا جو کہ قوت رکھنے والا اور جاننے والا عزیز اور علیم ہے۔

سورہ سجدہ کی آیات ۱۹ تا ۲۲ بتاتی ہیں کہ اللہ کی مخالفت کرنے والے جب اس کے سامنے لائے جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے پوست ان کے خلاف گواہی دیں گے کیسا

عمل کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف انسان کے دل و دماغ بلکہ اس کے حواس بھی اس کے موافق یا اس کے خلاف شہادت دیں گے۔

ان آیات میں جو اشارہ ہے اس سے ایک بہت بڑا یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کا کوئی عمل معدوم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کا اثر دوا گا وہاں محفوظ رہتا ہے جہاں ہر چیز محفوظ رہتی ہے یعنے اللہ کے علم میں۔ اگر وہ لوگ اس کو یاد رکھیں جو اچھے برے کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے تو شاید بہت کچھ غلط کاری سے بچ سکیں۔

آیت (۲۶) میں یہ بتایا گیا ہے کہ انکار کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سنو اور ان کی نسبت اس آیت میں یہ فیصلہ سنایا گیا ہے ان کا برا عمل ہی خود ان کے لیے جزا ہوگا۔ اس میں راز حکمت یہ ہے کہ بدی خود ہی آپ سزا ہے۔

آیت (۴۳) میں یہ بتایا گیا ہے کہ تم کو سوا اس کے اور کچھ نہیں کہا جاتا جو کہ تمہارے پہلے رسولوں کو کہا گیا تھا۔ اور

آیت (۴۴) میں یہ بتایا گیا ہے کہ ماننے والوں کے لیے قرآن ہدایت اور شفا ہے اور نہ ماننے والوں کے کانوں میں وزن ہے۔

اور وہ اس سے اندھے ہیں۔

آیت (۴۶) میں پھر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ جو عمل صالح کرتا ہے اور جو برا کرتا ہے وہ بھی اپنے نفس کے لیے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

پھر سورہ کے آخری آیات ۵۳ و ۵۴ میں بھی بہت بڑا سبق ہے۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ	ہم ان کو اپنی آیات بتائیں گے آفاق پر
وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ	(دنیا) اور خود ان کے نفس میں
لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط	تاکہ ان پر صاف ظاہر ہو جائے کہ وہ
سجدہ ۵۳	برحق ہیں۔

اسی آیت کے آخری حصہ میں یہ سوال ہے۔

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ	کیا تمہارے رب کے لیے کافی نہیں ہے
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ٥	کہ وہ ہر چیز کی نسبت خود شہادت
	دیتا ہے۔

اس میں بہت گہرا سبق یہ ہے کہ جن چیزوں کے ماننے کے لیے خود اللہ کی شہادت موجود ہے کہ حقیقت میں وہ ایسی ہیں تو پھر اور کس شہادت کی ضرورت باقی رہی۔

أَلَآ إِنَّهُمْ فِى مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيطٌ ۝	وہ شک میں ہیں کہ اللہ سے ملیں گے دیکھو اللہ تو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

سجدہ ۵۴

اس میں بھی حقیقت کا ایک بہت بڑا راز ایسے طریقہ سے بیان کیا گیا ہے کہ ہر انسان کا ذہن اس کو سمجھ سکے۔ یہ سوال کہ ہم اللہ سے کس طرح مل سکینگے انسان کے دل میں آتا رہتا ہے۔ لیکن وہ سمجھ نہیں سکتا کہ وہ کیسا ہوگا۔ کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے انسانی دماغ کو سمجھایا جائے اور وہ اس تفہیم کو قبول کرے بجز اس طریقہ کے جو یہاں ظاہر کیا گیا ہے یعنے اللہ تم کو اور ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یعنے ہر وقت تمہارے ساتھ ہے تو پھر تم کو اس کی تلاش کے

لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ اُس کا ہمیشہ تمہارے اطراف گھیرے ہوئے رہنا اور تمہارا ہمیشہ اس طرح سے اس کے پاس موجود رہنا یہی لقاء یعنے اس سے ملنا ہے۔ یہاں یہ آیت بھی بطور مزید دلیل کے اس بیان کی تائید میں اپنے آپ کو پیش کرتی ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

سورہ شوریٰ

اس سورہ کی خصوصیت لفظ شوریٰ سے ظاہر
ہوتی ہے ایمان رکھنے والوں کے اعمال کی خصوصیات جو بیان
کی گئی ہیں ان میں سے مسلمان کے لیے اپنے کاموں میں باہمی
مشورہ کی ہدایت ایک اعلیٰ درجہ کی نصیحت ہے۔

دسویں آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس امر کی نسبت تم میں
آپس میں اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے وہ تمہارا
ہمارا اللہ ہے اسی پہ میں توکل کرتا ہوں اور اسی کے طرف رجوع ہوتا ہوں
جو زمین و آسمان کا بنانے والا ہے اور جس نے تمہارے اور چوپایوں
کے جوڑے پیدا کیے اور تم کو پھیلایا اور جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔
لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ جس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

صحیح اعتقاد کے لیے انسان کو یہ معلوم کرایا جانا ایک نہایت
ضروری امر تھا تاکہ وہ گمراہی میں اللہ کی مثالیں موجودات میں تلاش

کرنا نہ پھرے۔ مسلمان کے اعتقاد کا ایک لازمی جزیہ ہے کہ کائنات میں کوئی چیز مثل اللہ کے نہیں ہے۔

آیت (۱۵) میں حکم ہوا ہے کہ

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ	نہ ماننے والوں کی اتباع نہ کرو اور کہو
اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ	کہ جو کتاب اللہ اتارتا ہے اس پر
مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ	ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ
لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ اللّٰهُ رَبُّنَا	تمہارے درمیان عدل کروں۔
وَرَبُّكُمْ	اللہ تمہارا اور ہمارا رب ہے۔

شوریٰ ۴۲ ۱۵

یہاں بھی مخالفوں کے ساتھ عدل کو کام میں لانا مسلمان کا فرض قرار دیا گیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ	جو لوگ بڑے گناہوں سے اور فواحش سے
الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا	بچتے ہیں اور جب وہ کسی سے خفا ہوتے

مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝ | ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔

شوریٰ س ۴۲ ر ۳۸

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ | اور وہ لوگ جو اللہ کے حکم کو مانتے ہیں
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ | اور نماز کو قایم رکھتے ہیں اور اپنے کاموں
شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا | میں باہمی مشورہ کرتے ہیں اور ہم نے جو ان کو
رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ | کھانے کو دیا ہے اس میں سے دوسروں
کو کھلاتے ہیں۔

س ر ۳۸

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ | اور وہ جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں جب کہ
الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ | ان کی مخالفت کی جائے۔

س ر ۳۹

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا | اور برائی کی جزاء برائی ہی ہے جو اسکے
مثل ہو۔

اسی آیت کے اخیر حصہ میں ایک اعلیٰ درجہ کی نصیحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ | پس جس نے معاف کر دیا اور اصلاح کی

عَلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ — اس کا اجر اللہ کے پاس ہے اور اللہ ظلم کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

شوریٰ ۴۰

یہاں خاص توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ اگرچہ ہم کو اپنی حفاظت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے لیکن اس پر بھی معاف کر دینے کو فضیلت ہے[1]

---

[1] عیسائی کی تعلیم میں انکسار کو اس حد تک پہونچا دیا گیا تھا کہ اگر کوئی کسی کو کسی کے چہرہ پر ایک طرف مارے تو وہ یہ کہے کہ لو دوسرے طرف بھی مارو۔ اسلامی تعلیم میں انکسار اور صبر کو اس حد تک نہیں پہونچایا گیا بلکہ انسانی طبیعت کے لحاظ سے حفاظت خود اختیاری کی اجازت دی گئی۔ تاکہ دنیا میں انتظام اور امن قایم رہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انسانی نفس کو خود اپنے سے ایک بلند درجہ حاصل کرنے کے لیے مخالف کو معاف کرنے کا اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ آیت (۴۳) میں یہ ارشاد ہوا ہے وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ترجمہ۔ اور جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا یقیناً اس کا یہ امر مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر یعنی بڑے کاموں کے ارادے میں داخل ہے۔

سورۂ زخرف

حمٓ کا چوتھا سورہ جو زخرف یعنے زیور کے نام سے ہے۔ اس سورہ میں آیت (۳۱) نہ ماننے والوں کے اِس اعتراض کا ذکر ہے کہ قرآن کسی بڑے شخص پر (جو دونوں فریقوں میں بڑا ہو مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ) نہیں اتارا گیا۔ یہاں اشارہ یہ ہے کہ جن پر اتارا گیا وہ ان دو فریقوں میں (یعنے مکہ اور طایف) کوئی بڑے شخص نہیں تھے۔ آیت (۳۲) میں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت کو تقسیم کرنے والے اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ آیت (۳۳ سے ۳۵ تک) میں یہ بتایا گیا ہے کہ نہ ماننے والوں کے لیے ان کے مکانوں میں چاندی کے چھت اور چاندی کی سیڑھیاں بناتے اور چاندی کے دروازے اور لیٹنے کے لیے کوچ اور ان کو زیورات سونے کے ہم دے سکتے لیکن یہ سب مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہے وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ

اور اجر آخرت اللہ کے پاس متقی لوگوں کے لیے ہے۔

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝	اے میرے بندو اس روز یعنے قیامت کے روز تمہارے لیے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ تم رنج کرو گے۔
زخرف ۶۸	
اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝	وہ جو ہمارے آیات کو مانتے تھے اور مسلم تھے۔
۶۹	
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝	داخل ہو جنت میں تم اور تمہاری ازواج خوشی کے ساتھ۔
۷۰	

اس سورہ کی آخری آیتوں میں مسلمان کے لیے ایک بڑا سبق ہے۔

وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ	رسول نے جب یہ کہا کہ اے رب یہ

قَوۡمٌ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ ۵ ایسی قوم ہے کہ نہیں مانتی۔ تو

زخرف ۲/۸۸ ارشاد ہوا۔

فَاصۡفَحۡ عَنۡهُمۡ وَقُلۡ سَلٰمٌ سلام کہہ کر ان کو چھوڑ دو جلد ان

فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ۵ کو معلوم ہو جائیگا۔

۸۹/۲

خلاف کرنے والوں کے ساتھ بھی انسانیت اور شرافت کا

برتاؤ اس طرح مسلمان کو سکھایا جاتا ہے۔

سورۂ دخان

سورۂ دخان میں جو اشارہ ہے وہ لفظ دخان سے
یعنے دھوئیں کے لفظ سے سمجھ میں آجاتا ہے -

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي	اس دن کا انتظار کرو جبکہ آسمان
السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ○	پر دھواں چھا جائیگا
دخان ۲ ۱۰	
يَغْشَى النَّاسَ هَٰذَا عَذَابٌ	اور لوگوں کو گھیر لیگا جس سے وہ
أَلِيمٌ ○	سخت تکلیف میں مبتلا ہوں گے-
۲ ۱۱	اور عرض کریں گے
رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ	اے رب ہم پر سے عذاب اٹھالے
إِنَّا مُؤْمِنُونَ ○	ہم ایمان رکھنے والے ہیں-
۲ ۱۲	

جب میں ان آیات کو پڑھتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قوم کی جو اس وقت حالت ہے یہ اسی کا ذکر ہے ہم پر کیسا غبار اور دھواں اور عذاب کچھ عرصہ سے اتر رہا ہے اور ہماری کیا حالت ہو گئی ہے۔ اور اگرچہ دعا کرتے ہیں کہ عذاب اٹھ جاوے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھنے والے ہیں لیکن اپنے اعمال کو درست نہیں کرتے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری نسبت یہ واقعہ بیان کیا جا سکتا ہے جس کا ذکر آیات مندرجہ ذیل میں ہے۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ	کتنے باغ و نہریں وہ چھوڑ گئے۔
دخان س ۲۵	
وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝	اور کھیت اور اچھے مقامات
س ۲۶	
وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝	اور نعمتیں جن سے (فائدہ اٹھا کر) وہ خوش ہوتے تھے۔
س ۲۷	
كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝	ایسا ہوا اور ہم نے دوسری قوم کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔

اور آیت (۲۹) میں ایک بڑا عبرتناک اشارہ یہ پایا جاتا ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ	ان کے حال پر زمین و آسمان نے
وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ	گریہ وزاری نہیں کی اور نہ ان کو
دخان ۲۹	مہلت ملی۔

میں نہیں سمجھتا کہ اس سے زیادہ مؤثر طریقہ ہماری موجودہ حالت کو بیان کرنے کا اور کیا ہو سکتا تھا۔ میرے دل کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ خاص ہمارے لیے نازل ہوا ہے۔

آخری آیت

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ	ہم نے تمہاری زبان میں اس کتاب
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝	کو آسان کر دیا ہے تاکہ یاد کرو۔

کتاب تو آسان کر دی گئی لیکن ہماری بدقسمتی اور بدکرداری اس کو یاد رکھنے اور عمل کرنے سے ہم کو روکتی ہے۔

سورہ جاثیہ

سورۂ جاثیہ کے ابتدائی حصہ میں زمین و آسمان پر جو ہم کو نظر آتا ہے اس کا ذکر کر کے پوچھا گیا ہے۔

فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○
جاثیہ س (۶/۲)

یعنی اللہ کے ان آیات کے اور اس کے حدیث بیان کے بعد پھر کس چیز کو مانوگے۔

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ

کیا تم اس کو دیکھتے ہو جس نے اپنی خواہش کو اپنا اللہ بنا رکھا ہے اور اللہ نے یہ جان کر اس کو گمراہی میں چھوڑ دیا ہے گویا اس کے کانوں پر اور اس کے دل پر مہر کر دی ہے اور اس کی آنکھوں پر

مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ۝ | پر پردہ ڈال دیا ہے۔ پس اللہ کے بعد کون
جاثیہ ۲۳ | ہدایت کریگا۔

اس آیت پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ جب یہ دیکھتا ہے کہ کوئی انسان اپنی غرض کے پیچھے دیوانہ ہو گیا ہے اور اللہ کو بھول گیا تو یہ معلوم کر لینے کے بعد اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیتا ہے تا کہ وہ اپنے عمل کا نتیجہ دیکھ لے۔ اس طرح گویا اس کے کان اور دل پر مہر کر دیتا ہے۔ اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

سورہ کے آخر میں ایک عجیب ہیبت دلانے والی تصویر بتائی گئی ہے جو کبھی خیال سے دور نہیں ہو سکتی۔

وَتَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً ۟ کُلُّ اُمَّۃٍ | تو دیکھیگا ہر امت کو زمین سے جھکے ہوئے کل امت
تُدۡعٰۤی اِلٰی کِتٰبِہَا ؕ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ | جو کتاب کی طرف بلائی گئی اور جن کے لیے حکم ہے کوئی
مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ | جزا نہیں پاؤ گے بجز اس کے کہ جو تم نے کیا۔
ھٰذَا کِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡکُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ | یہ ہماری کتاب تم سے سچی بات کہتی ہے ہم نے
اِنَّا کُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ | لکھ رکھا تھا جو کچھ تم نے کیا تھا۔
ر ۲۹

سورۂ احقاف

اس سورہ کے آیت (۱۰) میں یہ سوال ہے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ	کیا تم دیکھتے ہو قرآن اللہ کی طرف سے
عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَ	ہے اور پھر اس سے انکار کرتے ہو
شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ	حالانکہ بنی اسرائیل سے ایک شخص نے
عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ	اس کی نسبت شہادت دی تھی اور
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ	ایمان لایا اور تم تکبر کرتے ہو۔ اللہ
الظّٰلِمِیْنَ ۝	ظالموں کی ہدایت نہیں کرتا۔

احقاف میں ۱۰ ۲

اس سورہ میں والدین کے ساتھ احسان کرنے کا مضمون پھر خصوصیت کے ساتھ لایا گیا۔ اور آیات ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

جب کہ وہ بڑا ہوا اور چالیس برس کی عمر کو پہونچا تو یہ کہا کہ اے رب ایسا کر کہ تیری اس نعمت کا جو مجھ پر اور میرے والدین پر اتاری تھی شکر ادا کروں اور عمل صالح ایسا کروں کہ جن سے تو راضی ہو۔ اور میری اولاد کی بھی اصلاح کر میں تیرے طرف پلٹتا ہوں اور تسلیم کرنے والوں میں ہوں۔

احقاف ۲/۱۵

آیت (۱۶) میں بیان کیا گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۚ وَعْدَ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک عمل کو ہم قبول کرتے ہیں اور ان کے خطاؤں سے درگزر کرتے ہیں اور وہ جنت کے لوگوں میں سے ہیں۔ یہ ہمارا سچا

الصّٰدِقِ الَّذِیْ کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ○	وعدہ ہے جو ان کے ساتھ کیا گیا تھا۔

احقاف ۲۶ ۱۶

اس کے بعد کی آیت میں بتایا گیا ہے جو اپنے ماں باپ کو اُف کہتے ہیں ان کے لیے وہی عذاب صادق آتا ہے جو گزری ہوئی قوموں پر وارد ہوا تھا۔

اس کے بعد آیت (۱۹) میں ایک اصولی حکم ہے۔

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○	ہر ایک کے لیے اس میں درجہ ہیں جو اس نے کیا ہوتا کہ ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے۔

ریں ۲۶ ۱۹

اس سورہ کے آخری حصہ میں قوم جن کے نسبت ذکر آیا ہے کہ ہم نے ان کے ایک گروہ کو قرآن سننے کے لیے تمہارے پاس بھیجا تھا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپس میں کہا خاموش۔ اور جب قرآن سننا

۹.۸۵

ختم ہو گیا تو اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے۔ اس کو آگاہ کرنے کے لیے

قَالُوا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا	اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی اور
كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى	موسیٰ کے بعد اتاری گئی تصدیق میں
مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ	اس کے جو پہلے ہوا تھا اور وہ کتاب
يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى	ایسی ہے کہ حق کے طرف ہدایت کرتی
طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○	ہے اور طریق مستقیم کی طرف لیجاتی ہے
احقاف ۳۰ ع ۴	....

اطلاع

یہاں تک جن قرآنی مضامین کا ذکر کیا گیا ہے اس حصہ میں انہیں پر اکتفا کر کے آیندہ جو مضامین میرے خیال میں آئیں اُن کو علیحدہ ایک کتاب کی شکل میں کسی مناسب نام سے طبع کرایا جائے گا۔

نظامت جنگ

بمطبعة دار احياء الكتب العربية